ذکر الٰہی

الوابل الصیب من الکلم الطیب

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

ذکرِ الٰہی

اردو ترجمہ

اَلْوَابِلُ الصَّيِّبُ مِنَ الْكَلِمِ الطَّيِّبِ

تالیف

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبہ علیقیہ جھوک دادو، تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

قیمت تین روپیہ

ایک ہزار

بخاری پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسماعیل پرنٹر چھپا مولوی محمد زکریا صاحب پبلشر نے لائلپور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

حضرت انسان خدا تعالٰے کے گوناگوں اور بے شمار ظاہری و باطنی احسانات و انعامات کا ہر وقت اور ہر ساعت ممنون احسان ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ اللہ عزوجل کے انعامات پر شکر بجا لائے امتحان و ابتلائے مصائب میں صبر کرے اور گناہ سرزد ہونے پر توبہ و استغفار کرے۔ اور ان پر پوری قوت اور استقلال سے قائم و دائم رہے۔ کیونکہ یہی تین چیزیں ہیں۔ جو دنیا و آخرت میں انسان کے لئے سعادت کا پیش خیمہ اور فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں۔ اور جن سے انسان کو کسی وقت بھی بے نیازی نہیں۔

کیونکہ جب بھی دیکھا جائے عزوجل کے فیضان رحمت و نعمت کی بارش انسان پر موسلادھار بارش کی طرح پے در پے برس رہی ہے جسے قائم و دائم اور جاری رکھنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے "شکر خداوندی"

شکر اور اس کے تین ارکان جن کے تین ارکان ہیں یعنی اس کی ادائیگی تین باتوں پر مبنی ہے۔

اول دل میں اعتراف نعمت۔ دوم زبان سے انعامات خداوندی کا تذکرہ یعنی منعم حقیقی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اسی کے حضور میں۔ سوم نعمت کو ...بجا لانا اور اس میں اپنی طرف سے کسی قسم کا تصرف اور کمی بیشی نہ

کرنا اگر ان شرائط کے مطابق شکر بجا لائے تو گویا اس نے حق نعمت ادا کر دیا۔ اور شکر بجا لایا اگرچہ اس کے بعد بھی کما حقہ ادا کرنے سے انسان قاصر ہی رہیگا۔

(۲) صبر اور اس کے تین ارکان

علی ہذا القیاس بعض دفعہ بارگاہ الٰہی سے انسان کی آزمائش اور امتحان لینا مقصود ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے ایسی صورت میں انسان کا فرض ہے کسی قسم کی گھبراہٹ لائے بغیر اس پر پورا پورا صبر کرے۔

صبر کے بھی تین ارکان ہیں حبس نفس، حبس لسان، حبس جوارح یعنی نفس کو قلق پر راضی ہونے سے، زبان کو شکوہ کرنے سے اور اعضاء کو طرح طرح کی بے صبری و معصیت کے کاموں مثلاً سینہ کوبی، سر پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال نوچنے وغیرہ سے روکنے کا نام صبر ہے اور یہی وہ تین باتیں ہیں جن پر صبر کا دارومدار ہے۔ اگر پوری قوت سے انسان کما حقہ انہیں بجا لائے تو تمام مشکلیں اس کے حق میں آسان بن جاتی ہیں وہ مصائب کو انعامات خداوندی تصور کرتا ہے اور ہر تکلیف و حزن اس کے لئے مرغوب طبع اور مسرت انگیز ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ تمام سختیوں کو بڑے انشراح صدر سے جھیل جاتا ہے کیونکہ اسے پورا یقین ہے کہ جو دکھ مل رہا ہے خدا داد ہے لہٰذا شکوہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے اس کے اظہار درجات مقصود ہے اور صبر کا امتحان لینا مقصود ہے جس طرح امن و خوشحالی میں اس پر شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح تنگدستی و بدحالی میں بھی اس پر صبر لازم ہوتا ہے۔

لیتا ہے جس طرح مکروہات میں عائد ہوتا ہے۔ اسی طرح محبوبات میں بھی اکثر لوگ امن وخوشحالی میں عبادت گذار بن جاتے ہیں لیکن مصائب ومشکلات میں ترک کر دیتے ہیں حالانکہ زمانہ مصائب ومشکلات کی عبادت کا رتبہ دارد۔

آرام وتکلیف کی عبادات میں فرق مراتب

تو اس لحاظ سے انسان بھی مختلف المراتب اور مختلف المدارج ہیں اور اسی تناسب سے خدا کے ہاں ان کی قدر ومنزلت ہوگی

دیکھئے شدت کی گرمی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا عبادت ہے۔ اپنی خوبصورت اور اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی عبادت ہے۔ اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں اور اپنے نفس پر خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کے بالمقابل شدت کے جاڑے میں سرد پانی سے وضو کرنا بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی معصیت زنا وغیرہ کو ترک کرنا جبکہ نفس اس کے لئے از حد بیتاب ہو۔ مزید برآں یہ کہ کسی کا در تو نہ ہی کوئی دیکھ رہا ہو تو یہ بھی عبادت ہے۔ اور قحط سالی اور تنگدستی میں خرچ کرنا بھی عبادت ہے۔ لیکن ان دونوں قسم کی عبادات میں بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

عبودیت انسانی پر کفایت خداوندی

تو جو شخص تنگی وخوشحالی، آرام وتکلیف دونوں حالتوں میں عبادت خداوندی واطاعت الٰہی کو کماحقہ بجالائے تو ایسے شخص کے تمام معاملات اور کاروبار کا خود عزوجل کافی وکارساز ہو جاتا ہے۔

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص ع ۵)	تیری عزت و جلال کی قسم تیرے مخلص بندوں کے سوا میں سب کو گمراہ کر ڈالوں گا۔
اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيْسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوْهُ إِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ (سبا ع ۳)	ابلیس نے بندوں کے متعلق اپنے تخمینہ کو سچ کر دکھلایا کہ تھوڑے سے ایمانداروں کے علاوہ تمام لوگ اس کے پیرو بن گئے شیطان کو ان پر زور نہ تھا مگر ہمیں معلوم کرنا تھا کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کسے اس میں شبہ ہے

تو عزوجل نے اپنے دشمن کو اپنے مومن بندوں پر کبھی غلبہ نہیں دیا کیونکہ وہ ان کی حفاظت و نگہبانی اور یادداشت میں ہیں

شیطانی ہتھکنڈے

البتہ جس طرح ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی کو عقلمندی و ہوشیاری کے باوجود ایک چور داؤ لگا جاتا ہے لعینہٖ اسی طرح ایک مخلص مومن بھی شیطان کا داؤ کھا جاتا ہے۔ اور اتنا سا داؤ تو ضرور لگا جاتا ہے۔ کیونکہ انسان سراسر شہوت و غضب اور غفلت کا پتلا ہے اور یہی تین چیزیں اس کے چور دروازے ہیں جن سے وہ موقعہ پا کر انسان کو داؤ لگاتا ہے۔ انسان جسقدر بھی اپنا بچاؤ اور حفاظت کرے۔ آخر وہ کتنی حفاظت کرے گا اس کے خمیر میں غفلت و نسیان موجود ہے۔ اس کے اندر شہوت کی آگ بھی ہے اور اس میں غضب و غصہ کی چنگاری بھی دبی ہوئی ہے آخر وہ کس کس چیز کا مقابلہ کریگا؟ اور کس کس چیز سے اپنی حفاظت کریگا دیکھئے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ آپ

تمام مخلوق سے زیادہ عقلمند، سب سے زیادہ ہوشیار اور سب سے زیادہ ثابت
قدم تھے اتنی خطا لغزش کے باوجود دشمن خدا نے آپ کو پھسلا لیا تو ہمارے تمہارے
جیسے بیچاروں کا کیا پوچھنا جن کی اس قدر عقلمندی کے بالمقابل ہمارے تمہاری سرسر
حماقت کہلانے کے سزاوار ہوں اور جن کے علم کے سامنے ہمارے علوم سمندر اور
تھوک کی نسبت رکھتے ہوں پھر بھی شیطان دشمن خدا ایک مومن مخلص تک
براہ راست ظلم کھلا نہیں پہنچ سکتا۔ وہ غفلت و لاپرواہی کے مواقع کی تاڑ میں
رہتا ہے اور اسی وقت ہی داؤ لگاتا ہے پھر گناہ و معصیت میں مبتلا کر کے یہ خیال
کراتا ہے کہ اب وہ کبھی رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اس معصیت
نے اسے بالکل ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لیکن ان تمام کے بعد خدا تعالیٰ
کا فضل عفو و کرم اور رحمت و مغفرت زخم ہلاک کا مرہم موجود ہے

رحمت الٰہی

تو جب اس کے عفو و کرم اور رحمت و مغفرت کا دریا جوش
میں آتا ہے اور عزوجل اس کی خیرخواہی و بھلائی کے درپے
ہو جاتا ہے تو اس پر ندامت ذلت و انکساری اور اپنے فقر و احتیاج کے
دروازے کشادہ کر دیتا ہے وہ اپنے نفس کو دیکھ کر شرم و ندامت سے بچھا جاتا
ہے اور خود کو ہر چیز میں خدا کا محتاج سمجھ کر اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے
اس کے سامنے نہایت عجز و انکساری سے گڑگڑاتا ہے چلا چلا کر دعائیں کرتا ہے
اور اس کے لئے بارگاہ ارحم الراحمین میں ہاتھ پھیلا کر گناہوں کی معافی مانگتا اور
آئندہ کیلئے کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے تو قرب الٰہی کے حصول کی خاطر نیکیوں کے کرنے کی
اس قدر رغبت بڑھا دیتا ہے کہ اس کی یہ حالت بھی نیکی بن کر اس کے حق میں رحمت

آہی کا باعث بجاتی ہیں۔ اور وہ حتی کہ شیطان اسے رحمت آہی کی دریا میں لے غوطہ زن دیکھ کر حسد کے مارے چیخ اٹھتا ہے کہ اے کاش میں اس سے یہ گناہ کا کام نہ کرواتا۔ تو آج وہ خدا کی اس قدر گوناگوں نوازشات سے تو محروم رہتا۔

کیا گناہ جنت کا اور نیکی دوزخ کی موجب بھی ہو سکتی ہے؟

اور یہی مطلب ہے بعض سلف کے اس قول کا کہ

"انسان کبھی گناہ کرتے کرتے بہشت میں اور نیکی کرتے کرتے دوزخ میں چلا جاتا ہے"

لوگوں نے دریافت کیا یہ کیسے؟ بزرگ نے کہا جو نہی انسان سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً اس کی اس پر نگلی بندھ جاتی ہے اور وہ اپنے گناہ کو دیکھ دیکھ کر اس سے ڈرتا ہے خوف کھاتا ہے روتا ہے۔ نادم ہوتا ہے عز وجل سے شرمندہ ہوتا ہے۔ اور شکستہ دل ہو کر اس کے سامنے سرنیاز جھکا دیتا ہے۔ تو یہ گناہ اس کے لئے ہزار ہا بیشمار طاعات سے بھی زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ اس ایک گناہ کے باعث اس سے کئی ایک ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اس کی فلاح و نجات اور سعادت کا ذریعہ بنتے ہیں حتی کہ وہ گناہ اس کے لئے دخول جنت کا موجب ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف کبھی وہ بھولے بھلائے ایک آدھ نیکی کر بیٹھتا ہے۔ تو خدا پر احسان چڑھانے لگتا ہے اور اپنے کو کچھ بڑی چیز سمجھنے لگ جاتا ہے۔ دل ہی دل میں غرور اور تکبر سے پھولا نہیں سماتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید میں نے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے۔ کبھی اس کی نگاہ اس نیکی پر پڑتی ہے کبھی اس پر حتی کہ یہی ایک مغرورانہ نیکی اسے جہنم رسید کر کے دم لیتی ہے۔"

غرضیکہ جب خدا تعالیٰ کسی مسکین سے خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسے

ومہربانی اور عفو و غفران کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے جود و سخا کے بے پایان خزانوں کو دیکھ پاتا ہے۔ تو سراپا مصروف حمد و ثنا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہر ذرہ و ہر موسے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے نغمے نکلنے لگ جاتے ہیں۔

غرضیکہ ایک عارف و خدا طلب انسان ان دو بازوؤں (مشاہدۂ عیوب و فضل ربانی) سے ہی اڑ کر خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ دو بازو نہوں اور بندہ عزو جل کو پاسکے۔ حتیٰ کہ ان میں سے اگر صرف ایک بازو بھی مفقود ہوگا۔ تو وہ اس پرندے کی طرح اڑنے سے محروم و ناکام رہ جائیگا جس کا کوئی بازو ٹوٹ چکا ہو۔ تو وہ اڑنے سے بیکار ہو جاتا ہے۔

مقولہ شیخ الاسلام

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ عارف انسان کو وصال باللہ کیلئے دو چیزوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا ہوتا ہے۔ اوّل خدا تعالےٰ کے فضل و احسان کا مشاہدہ، دوم عیوب نفسانی کا مطالعہ اور اعمال کا جائزہ۔

عیوب نفسانی و فضل رحمانی کا مشاہدہ، اور اس کا نتیجہ

عبیدہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقولہ کا بھی یہی مفہوم ہے جو آنحضرت صلعم نے سید الاستغفار کے خط کشیدہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا	خدایا تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا خالق اور میں تیرا ادنیٰ غلام ہوں اور تیرے عہد و اقرار اور وعدوں پر حتی المقدور کاربند

دل گر دیا ہو اور دل کے ایک ایک رگ و ریشہ تک سرایت کر گیا اور چاروں طرف سے اس پر چھا چکی ہوں اور لسے تخیل سے گذر کر بمشاہدہ و یقین ہو چکا ہو کہ ہر لمحہ اسے خداوند تعالیٰ کی ضرورت ہے اور وہ ہمہ دم، ہر لحظہ اس کا محتاج ہے۔ اتنا محتاج کہ جس سے زیادہ احتیاج کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ایک ایک ذرہ میں خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن نظر آتے ہوں یا نظر سے مخفی فاقۂ تامہ اور خدا تعالیٰ کی ضرورت کاملہ موجود ہے اور اگر وہ ان سے ایک سیکنڈ بھی خالی رہے، تو وہ تباہ و برباد ہو جائے اور لسے اتنا خسارہ ہو جس کی تلافی اسی صورت میں ممکن ہو کہ خود ارحم الراحمین ہی اسے اپنے دامن رحمت و شفقت میں ڈھانپ لے۔

عبودیت کا مدار حبّ کامل اور عجز تام پر ہے

خلاصہ یہ کہ عبودیت کے سوا کوئی ایسا راستہ نہیں جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے سب سے زیادہ قریب تر ہو اور دعوائے زہد و اتقاء کی لاف زنی سے بڑھکر کوئی ایسا حجاب نہیں جو ان سے زیادہ سخت اور ناقابل عبور ہو۔

رہا عبودیت کا دارومدار تو اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ اور وہی دونوں اس کا اصل الاصول ہیں۔ اول حبِّ کامل دوئم ذلِّ تام اور ان کا منشاء و منبع وہی دونوں اصل ہیں جن کا تذکرہ سابقا ہو چکا ہے۔ یعنی مشاہدہ کہ منت خداوندی جس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور مطالعہ عیوب نفس و عمل جن سے ذلِّ تام حاصل ہوتی ہے

انسان اگر ان دونوں اصولوں پر اپنے سلوک الی اللہ کی بنیاد رکھے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطان اس پر ظفریاب ہو سکے سوائے اس صورت کے کہ وہ بیخبری و

غیر اللہ کی محبت واطاعت کی سزا

تو ایسے شخص کے دل میں نہ تو غیر اللہ کی محبت پر محبت الٰہی کو فوقیت ہوتی ہے اور نہ ہی اس محبت کو ملکہ راسخہ کا سا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اور چونکہ ایسا شخص بیوی یا اپنے پیر و مرشد کی اور بزرگوں کی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے۔ یا غیر اللہ کی محبت کو محبت الٰہی پر فوقیت دیتا ہے اس لئے ایسے شخص کے متعلق سنت الٰہی اور قانون فطرت میں یہی سزا چلی آرہی ہے کہ اس کے اور اس کے محبوبین عزوجل بغض و عداوت اور نفرت پیدا کر دیتا ہے اور ان کی محبت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے جس سے وہی محبوب اس کے لئے الٹا وبال جان بنتا ہے۔ اور ہزار دقتوں اور کوششوں کے بعد کہیں جا کر اسے ان فوائد کا ہزارواں حصہ میسر ہوتا ہے جنکی اسے توقعات ہوتی ہیں۔

اور پھر یاد رکھئے اللہ عزوجل کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جو اسے چھوڑ کر غیر اللہ سے محبت کرے وہ اسی کو اس کے لئے ذریعہ عذاب بنا دیتا ہے جو غیر اللہ کا خوف دل میں رکھے اسی کو خدا تعالےٰ اس پر مسلط کرتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر غیر سے مشغول ہو وہی اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔ اسی طرح جو غیر اللہ کو خدا تعالےٰ پر ترجیح دے اس میں کبھی برکت نہیں ہوتی اور جو خدا تعالےٰ کو ناراض کر کے غیر اللہ کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے خدا تعالےٰ ان کو باہم کبھی راضی نہیں ہونے دیتا بلکہ ہمیشہ ان کی باہم چپقلش رہتی ہے اور کبھی ملاپ نہیں ہوتا۔

امر و نہی کی تعظیم

استقامت قلبی کے لئے دوسری چیز ہے امر و نہی کی تعظیم اور یہ خدا تعالیٰ کی عظمت و ہیبت سے پیدا ہوتی ہے

جو صاحب امر و نہی ہے کیونکہ جو اس کی یا اس کے امر و نہی کی تعظیم نہ کرے عز وجل نے اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے دل میں خدا تعالیٰ کی قدر و منزلت نہیں تو اس کے امر و نہی کی کب ہو گی اور خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو اس کی یا اس کے امر و نہی کی عظمت کو نہ سمجھے اور قدر و منزلت نہ کرے جیسا کہ ارشاد ہے

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا (سورۃ نوح ع ۱) کیا ہے تمہیں خدا تعالیٰ کی عظمت بزرگی کا اعتقاد نہیں

مفسرین نے اس کی تفسیر مَا لَكُمْ لَا تَخَافُونَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَظَمَةً سے کی ہے یعنی تم عظمت الٰہی سے ڈرتے نہیں ہو؟

تعظیم امر و نہی کی تعریف از شیخ الاسلام

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تعظیم امر و نہی کی کیا ہی خوب تعریف فرمائی ہے کہ

ان میں نہ سے مراد رخصت طلبی ہو نہ ایسے تشدد و غلو ہو اور نہ ایسی علت پر اگر جو امر کی حالت کے اقتضا میں رکاوٹ سستی و کمزوری اور بد دلی کا باعث ہے

تعظیم امر و نہی کا مدار تعظیم خداوندی پر ہے

شیخ الاسلام کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تعظیم خداوندی کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ انسان اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم کرے کیونکہ جس شریعت محمدی کے ذریعہ مومن اپنے رب کو پہچانتا ہے اسی کا متقاضی یہ ہے کہ عز وجل کے امر و نہی کی اطاعت کیا جائے۔ اور انقیاد و اطاعت کی صورت تب ہی ہو سکتی ہے کہ دل میں آمر و ناہی کی عظمت ہو آج اگر ہم اس سے ادا

کرتے ہوں۔ دل میں نہی خداوندی کی قدر و منزلت ہو۔ تو ظاہری ارکان بھی اس کے ارتکاب سے مجتنب ہوں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں نظر آئے تو یہ اس کی بین دلیل ہے کہ اس کے دل میں صرف امر و نہی کی تعظیم ہی نہیں بلکہ صاحب امر و نہی کی توقیر و منزلت بھی راسخ ہے۔ اور جس قدر صاحب امر و نہی کی عظمت اور توقیر و منزلت ہوگی۔ اسی تناسب سے یہ ان ابرار کے زمرہ میں درجہ قبولیت حاصل ہوگا جن کے حق میں ایمان و تصدیق صحت عقیدہ اور خود صاحب اتفاق اکبر سے برأت کی شہادت دی گئی ہے۔ کہ فلاں شخص صحیح العقیدہ۔ ایماندار اور صاحب اخلاص ہے منافق نہیں کیونکہ بعض دفعہ انسان کسی کام کو اس لئے کر گذرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ پائیں۔ یا ان کے ہاں اس کی جاہ و منزلت ہو۔ یا کسی امر ممنوع سے اس لئے کنارہ کشی کرتا ہے کہ لوگوں کی نظروں سے نہ گر جائے۔ یا ان شرعی حدود اور سزا کے خوف سے باز رہتا ہے جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں تو اس قسم کا فعل یا ترک فعل نہ تعظیم امر و نہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور نہ ہی صاحب امر و نہی کی عظمت و شوکت کی بنا پر۔

تعظیم امر و نہی کی علامات و مثالیں

کیونکہ تعظیم اوامر کی تو علامت ہی یہ ہے کہ اس کے اوقات و حدود کی رعایت کی جائے اس کے ارکان و واجبات اور تکمیل کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کا ٹائم قریب ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار و مستعد ہو۔ اور جب وقت وجوب آجائے تو اسے ادا کرنے کے لئے فوراً تیار ہو جائے۔ اگر عمداً یا جاناً اس کے ارکان و واجبات وغیرہ کی ادائیگی

کے لئے لڑے اور عذاب ڈال کر کبھی اپنی دقت میں گھس جائے۔ یہی حال نمازیوں کی قلت و کثرت کا ہے جس قدر جماعت میں نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ اسی قدر وہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گے۔ اسی طرح جس قدر دور سے چل کر آئیگا اتنا ہی ایک قدم معافی گناہ کا باعث اور دوسرا رفعت درجات کا موجب ہوگا۔ علی ہذا القیاس

بے خشوع نمازیں اور بے روح لاشیں

خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کبھی جس کی نماز حضور قلبی اور خشوع و خضوع سے جو نماز کا روح و خلاصہ ہے۔ خالی ہو تو ایسی نماز اس مردہ بدن اور ڈھانچے کی طرح ہے جو روح سے سراسر خالی ہو کیا انسان اپنے جیسے مخلوق انسان کے سامنے مرا ہوا غلام یا مردہ لونڈی تحفۃً پیش کرنے سے نہیں شرمایا کرتا؟ اور کیا ایسے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ جس بادشاہ یا امیر وغیرہ کے ہاں یہ تحفہ پیش کرنا چاہتا ہے اس کے صلہ میں اس کی جانب سے آفرین و شاباش اور عزت افزائی ہوگی؟ تو بس یہ بخوبی سمجھ لیجئے کہ جو نماز خشوع و خضوع اور حضور قلبی توجہ الی اللہ اور یکسوئی سے خالی ہو بعینہ وہ نماز اس مردہ غلام یا لونڈی کی طرح ہے جسے کسی بادشاہ یا امیر کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ عزوجل اسے قبول نہیں کرتا۔ اگرچہ اس نماز سے دنیوی احکام سے ایک فرض ساقط ہو جائے گا۔ مگر ثواب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ثواب اسی نماز کا ہے جو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھی جائے۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد میں ... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ آپ نے فرمایا:

اعتراض یہ ہے کہ اگر ہمیشہ عرفہ و عاشورہ دونوں کے روزے رکھتا جائے تو ایک ایک سال میں تین تین سالوں کا کفارہ کیسے؟

علامہ سید رشید رضا رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جاہل مسخروں کا یہ قول بالکل اسی قسم کا ہے "آج جانے عاشورہ کے دن ظہر تک روزہ رکھا لو کہا شتہا ہی کیلئے کافی ہے" یہ تمسخر مورد اشکال سے معترض کی ناواقفیت پر بین دلیل ہے۔ کیونکہ وہ مکفر و مکفر لہ دونوں کو مادی چیز سمجھتا ہے۔ کہ دونوں باہم مقابل و برابر ہوں جتنی نیکیاں ہوں اتنی ہی بدیاں ہوں کمی بیشی نہ ہو۔ کیونکہ جو نیکیاں (مکفر) بدیوں (مکفر لہ) کا کفارہ بنکر زائد بچ رہیں گی۔ وہ بیکار ہوں گی اور کفارہ نہیں بن سکیں گی اس لئے کہ جن گناہوں (مکفر لہ) کا نیکیوں نے کفارہ بننا ہے۔ ان کا تو وجود ہی موجود نہیں یا اس کے برعکس نیکیاں (مکفر) کم ہوں اور قابل تکفیر گناہ زائد بچ رہیں جیسا کہ جہل کے نقصان سال کے گناہ باقی بچ رہے۔ تو زائد گناہوں کے لئے کون چیز کفارہ بنے گی؟ غرضیکہ وہ گناہوں اور نیکیوں کو بھی مادی چیز تصور کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تقدیرات معنویہ ہیں جو حسنات کے ذریعہ نفس سے بدیوں کو زائل کرنے کے لئے مقدر کی گئی ہیں۔ اس کی واضح تر محسوس مثال حدیث شریف میں آئی ہے جس میں پانچوں نمازوں کے گناہوں کا کفارہ بننے کو اس نہر جاری سے تشبیہ دی ہے جو کسی کے دروازہ کے سامنے سے گذرتی ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو۔ تو کیا اس کے بدن پر کچھ تھوڑی سی میل بھی باقی رہیگی؟

اس کی دیگر مثال یوں سمجھئے کہ ایک کپڑے کے متعلق آپ کہیں کہ یہ کپڑا صابن سے تین دفعہ دھونے سے صاف ہوگا۔ دوسرے کے متعلق کہیں کہ اسے ضرور پانچ دفعہ دھویا جائے۔ تو میل نکلنے کے لئے جتنی دفعہ زیادہ دھلے گا اتنا زیادہ ہی صاف ہوگا۔ چہ جائیکہ نیکیوں کا نور فائدہ ہی نہ پہنچا رہا ہو تو پھر بھی بہتری ہوتا ہے۔ منفی پہلی رونق کو کم کرنا نہیں دوبالا کرنا

حسنات و کفارۂ سیئات اور اس کے شرائط

سے پامال کر دیا جاتا ہے۔ اور جو کما حقہ بجملہ حقوق ادا نہ کئے جائیں، تو خود ہی بتلائیے کہ وہ کس کا کفارہ بنیں؟

محبطات اعمال

لیکن کیا انسان اپنے عمل کے متعلق پورے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کما حقہ اسے بجملہ حقوق ظاہری و باطنی ادا کر دیا ہے۔ بفرض محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے۔ تو کیا اس بات کی قسم دی جا سکتی ہے۔ کہ اسے کوئی مانع نہ پیش آیا ہو جس کی رو سے وہ کفارہ بننے کے قابل ہی نہ رہا ہو؟ یا غرور و خود بینی کی اس میں آمیزش نہ ہو گی جو اعمال کو یکسر فنا اور برباد کر کے رکھ دیتی ہیں یا وہ یہ ایک معمولی سا عمل کر کے لوگوں پر اس کا احسان نہیں جتلایا کرتا؟ یا اس ایک معمولی سے عمل کے عوض لوگوں سے عزت و تعظیم کا طالب نہیں ہوا کرتا؟ اچھا وہ ایمانداری سے بتلا سکتا ہے کہ ظاہر نہ سہی اس کا دل اور باطن بھی اس خواہش سے بالکل پاک صاف اور مبرا ہے کہ اس عمل کے باعث اس کی تحسین و آفرین ہو؟ یا توقیر کرنے والوں سے بغض و عناد اور نفرت و عداوت نہ رکھتا ہو؟ یا کم از کم اس کے دل میں کھٹک تک بھی نہ لگتی ہو کہ فلاں شخص نے مجھے آفرین و شاباش تک نہ کہی عدم تحسین کو لیتے ہوئے ہتک عزت کا باعث تک نہ خیال کرتا ہو؟ تو پھر ایسا ردی عمل کس گناہ کا کفارہ بن سکے گا؟

غرضیکہ اعمال کو خراب و برباد کرنے والی چیزیں اس قدر ہیں جو حصر و شمار سے باہر ہیں اور عمل کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں عمل کو خراب و برباد کرنے والی چیزوں سے محفوظ اور صحیح سالم رکھنا کار دارد۔ دیکھئے! ریا تھوڑی سی تھوڑی کیوں نہ ہو عمل کو بالکل تہس نہس کر کے رکھ دیتی ہے۔ اور اس کی اس قدر صورتیں ہیں جن کا شمار ناممکن ہے

وروایت پر غیروں کے طریقہ واقوال کو مقدم کرے یا ترجیح دے تو کیا اس نے جہالت و بےخبری میں اپنے اعمال کو تباہ و برباد نہیں کر ڈالا؟

حبط اعمال کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دیگر ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہے:

مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ[1] | جس نے عصر کی نماز نہ پڑھی اسکے عمل ضبط ہو گئے

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیع عینہ[2] کے موقعہ پر جو ارشاد فرمایا تھا اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔

اِنَّهٗ قَدْ اَبْطَلَ جِهَادَهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ مجیبین | اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مل کر جو جہاد کئے تھے وہ بھی برباد کر لئے مگر یہ کہ توبہ کرے

حالانکہ بیع علینہ ارتداد کی قسم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک معصیت ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ بیع معصیت ہے۔

لہٰذا جو چیزیں عمل کو فوراً یا بعد از وقوع خراب و برباد کر دیتی ہیں۔ ان کا کھوج لگانا ان کا ایک ایک گوشہ چھان ڈالنا۔ اور ان کے ہر پہلو سے واقف ہونا انسان کا اہم فریضہ ہے۔ اسی طرح دل میں جذبہ عمل کا ہونا۔ اور عمل کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھنا از حد ضروری ہے۔ ایک اثر معروف میں آیا ہے۔

اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ الْعَمَلَ سِرًّا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَيَتَحَدَّثُ | کہ بعض دفعہ انسان خفیہ طور پر نیکی کرتا ہے جسے خدا تعالےٰ کے سوا کسی کو خبر تک نہیں ہوتی،

---

[1] بخاری و مسلم از بریدہ رضی اللہ عنہ ۱۲ [2] بیع علینہ یہ ہے کہ کسی کو کوئی چیز ادھار دے کر دی چیز قیمت لینے سے پہلے نقد اپنی قیمت سے کم قیمت پر خرید لے ۱۲

ضبط شدہ اعمال کا ثواب توبہ سے وہی واپس ملتا ہے یا جدید؟

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لے تو اس عمل کا ثواب دوبارہ لوٹ کر اسے مل سکیگا؟ یا اس ثواب کا وجود باطل اور فنا ہو جانے کے باعث دوبارہ واپس ملنے کی کوئی توقع نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگر اس نے غیر اللہ کے لئے کیا ہے۔ اور نیت قلبی بھی یہی ہے۔ تو وہ توبہ سے بھی نہیں بن سکتا۔ البتہ توبہ کے باعث اسے عذاب نہ ہوگا اس صورت میں نہ اسے اس کا ثواب ہوا نہ عذاب۔ اور اگر اس نے محض خالصاً لوجہ اللہ کیا بعد ازاں اس کے دل میں قدرے عجب فخر پیدا ہو گیا۔ یا اس کے منہ سے اس کا تذکرہ نکل گیا۔ پھر اس نے توبہ کر لی اور نادم و شرمسار ہوا تو اس کا وہی ثواب اسے دوبارہ مل جائے گا۔ ضبط در ضائع نہیں ہوگا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ پہلا ثواب اسے نہیں ملتا۔ بلکہ از سر نو ثواب ملیگا۔

محض ارتداد ہی سے عمل باطل ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا شرط ہے؟

(بقیہ صفحہ ۲۶) اس کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عمل لوگوں میں مشہور ہو کر اسکی تعریف ہو تو وہ ایسا کرنے لگتا ہے حتی کہ علانیہ کے درجہ سے محو ہو کر ریا کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے حتی کہ ثواب کی بجائے الٹا عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے لہذا زیادہ متقی وہ شخص ہے جو اپنے دین کو ریا سے محفوظ رکھے کیونکہ ریا شرک ہے۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث تفرد لقیہ بن ولید کا ایسا تفرد ہے جو منفرد روایات سے حافظ منذری نے کہا کہ میں اسے موقوف خیال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم ۱۲

حقیقت میں اس مسئلہ کی بنیاد اس مسئلہ پر ہے کہ آیا نفس ارتداد سے عمل باطل
ہو جاتے ہیں یا ارتداد پر مرنا بھی اس کے لئے شرط ہے؟ اس کے متعلق دو قول مشہور
ہیں اور یہی دونوں روایتیں امام احمد سے مروی ہیں (۱) اگر یہ کہیں کہ نفس ارتداد سے
ہی باطل و حبط ہو جاتے ہیں، تو جب یہ تائب ہو جائیگا اسوقت وہ قبل از اسلام کے
سابقہ اعمال اسے از سر نو حاصل کریں گے (۲) اور اگر یہ کہیں کہ ارتداد پر مرنا شرط ہے
تو اس صورت جب دوبارہ مسلمان ہوگا اسی وقت اس کا ثواب واپس لوٹ آئے گا
علیٰ ہذا القیاس اسی اصول کی رو سے یہ مسئلہ بھی حل ہو سکے گا کہ اگر نیکی کے بعد انسان
سے کوئی ایسی برائی سرزد ہو جائے جس سے وہ نیکی حبط ہو جاتی ہے بعد ازاں اس
برائی کے بعد وہ توبہ کر لے تو سابقہ نیکی کا ثواب بھی اسے واپس ملیگا یا ثواب جدید

مسئلہ مذکور اور مصنف کی تحقیق

غرضیکہ اس مسئلہ کے متعلق میرے (ابن قیم) کے دل میں ایک
کھٹکا سا لگا رہا اور مجھے اس کی صحیح صورت معلوم کرنے کی خواہش رہی۔ اور
جہاں تک میرا خیال ہے اس کے متعلق کسی شخص نے کچھ اطمینان بخش نہیں بیان کیا

نیکیوں اور برائیوں کی چپقلش

اور جو میرے ذہن میں آیا واللہ اعلم خدا کی توفیق اور
امداد سے جواب یہ ہے کہ نیکیوں اور برائیوں میں ہمیشہ جنگ جاری رہتی ہے
اور دونوں ایک دوسری کو بچھاڑتی رہتی ہیں حتی کہ جو فریق غالب آ جاتا ہے اسی
کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے اور فریق ثانی مغلوب و شکست خوردہ ہونے کے
باعث کالعدم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جب نیکیاں زیادہ ہو جاتی ہیں تو برائیاں

کو دفع کر دیتی ہیں لہٰذا اب جب انسان توبہ بھی کر لیتا ہے۔ تو اس پر اور زیادہ نیکیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی کثیر مقدار تک پہنچ جاتی ہیں کہ وہ نیکیاں برائیوں نے مٹا ڈالی تھیں ان سے بھی بڑھ جاتی ہیں پھر جب توبہ نصوح اور صحیح پختہ ارادے اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہو تو اس کی برائیوں کو جلا کر اس طرح کر دیتی ہیں۔ گویا ان کا وجود ہی نہ تھا۔

فَاِنَّ التَّائِبَ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ علہ	کیونکہ گناہوں سے توبہ کرنے والا شخص یوں پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں

اس کی تائید حکیم بن حزام کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے زمانہ شرک و جاہلیت کے نیک کاموں صلہ رحمیوں اور عتق وغیرہ کے متعلق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ان پر بھی ثواب ملیگا؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ علہ	قبل از اسلام کی سابقہ نیکیاں بھی تجھے مل گئی

اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو نیکیاں بوجہ شرک باطل ہو چکی ہوں اسلام ان کا ثواب واپس لوٹا دیتا ہے۔ پھر جب انسان شرک سے توبہ کر لے۔ تو اس کی سابقہ نیکیوں کا ثواب اسے واپس مل جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی

علہ اسے ابن ماجہ نے سنن میں طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے مقاصد حسنہ میں سخاوی فرماتے ہیں کہ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ اس کے اسناد حافظ ابن حجرؒ نے لا جتوا ہد اسے حسن قرار دیا ہے اور یہ حدیث کئی ایک طرق سے مروی ہے جو تمام ضعیف ہیں علہ اسے احمد بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

کے اس قدر قوی اسباب موجود ہوتے ہیں جو کمزوری و بیماری کے اسباب کو ایک منٹ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دے سکتے حتیٰ کہ بعض دفعہ مریض کے لئے خود اپنی مرض ہی صحت کا موجب ہوتی ہے جیسا کسی شاعر کا قول ہے ؎

لَعَلَّ عَتبَکَ مَحمُودٌ عَوَاقِبُهُ	شاید تیرا عتاب ہی محمود العاقبت ثابت ہو۔
وَرُبَّمَا صَحَّتِ الاَجسَامُ بِالعِلَلِ	اور بعض اوقات بیماری ہی جسم کیلئے صحت کا باعث ہو جاتی ہے

بعینہ اسی طرح توبہ کے بعد انسان کی تین حالتیں ہوتی ہیں کوئی پہلے درجے میں کوئی دوسرے میں اور کوئی تیسرے میں

وَاللّٰهُ المُوَفِّقُ لَا اِلٰهَ غَیرُهُ وَلَا رَبَّ سِوَاهُ۔

فصل

تعظیم مناہی کی علامات

یہاں اس سوال کا جواب دینا بھی مناسب ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے احکام امتناعی کی عظمت و ہیبت اور امور ممنوعہ سے اجتناب کی علامات کیا ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کی علامات بے شمار ہیں، مثلاً امور ممنوعہ کے صرف دواعی و اسباب سے دور رہنا بلکہ ہر اس وسیلہ و ذریعہ کو ترک کر دینا جن کے ذریعہ ممنوعات الٰہی کے ارتکاب یا کم از کم قریب ہونے کا شائبہ تک موجود ہو، تعظیم مناہی کی بین دلیل ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی تصویر دار مکان (تھیٹر وغیرہ) جہاں ارتکاب معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے اس بنا پر دور رہے کہ مبادا وہ بھی کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائے علیٰ ہذا القیاس بے حرج کو اس خطرہ سے ترک کر دینا کہ مبادا کہیں وہ باحرج

اور اگر کہیں کسی معاملہ میں کسی وقت شرع شریف نے رخصت بھی دی ہو تو دیدہ ہو کر خود بدعملی یا ترک دوسروں کے لئے بدعملی کا نمونہ ثابت ہو یا رخصت کو دیکھ کر اس قدر رخصت پر عامل ہو جائے کہ اگر کسی کو کسی وقت کسی ضرورت میں رخصت ملی ہے تو وہ اس بدعمل کی بدعملی کو اسوہ بنا کر وقتی رخصت کو بے موقعہ و بے ضرورت استعمال کرنے لگ جائے اور جادۂ اعتدال سے یکسر منحرف ہو جائے

ابراد ظہر کی رخصت کا غلط استعمال

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ شدت کی گرمی میں ظہر کے متعلق حدیث میں ابراد کی رخصت[1] آئی ہے تو اس رخصت کا مفاد یہ نہیں کہ ابراد کرتے کرتے نماز کا وقت ہی نکل جائے۔ یا قریب الخروج تک پہنچ جائے اگر ایسا کرتا ہے تو یہ مترخص جافی ہے یعنی رخصت میں حد سے زیادہ سستی و نرمی کرتے ہوئے اس کا غلط استعمال کرتا ہے

ابراد کی حکمت

اور اس رخصت میں یہ حکمت ہے کہ شدت گرمی کے باعث انسان پوری طرح حضور قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا نہیں کر سکتا۔ اور ایک عبادت کو بددلی اور جبر و اکراہ سے ادا کرتا ہے اس لئے شارع علیہ السلام کی یہ دانائی اور حکمت

[1] بخاری و مسلم اور صحاح ستہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوۃِ فَاِنَّ شِدَّۃَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے تک تاخیر سے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کا جوش ہے ۔ اللہم اغفر لکاتبہ ولمن سعی فیہ

سے خود بخود ظاہر ہو جائے گا کہ ایسے شخص کے دل میں تعلیم نبوی کا کس قدر جذبہ موجزن ہے؟

جمع بین الصلوٰتین کی حکمت اور اس کا غلط استعمال

علی ہذا القیاس جمع بین الصلوٰتین کو لے لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے وقت مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی رخصت دی ہے۔ کیونکہ اثنائے سفر میں سواری سے اترنا متعذر نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہوتا ہے اور پھر لگاتار سفر کو جاری رکھتے ہوئے ہر نماز کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا بھی مشکل ہے۔ لہٰذا کسی منزل میں جب دو تین روز یا ایک دن تک کے لئے ہی قیام اور پڑاؤ کا موقعہ ہو تو وہاں جمع بین الصلوٰتین کا کوئی موجب نہیں۔ کیونکہ وہ اسوقت ہر نماز اپنے اپنے وقت میں بلا مشقت ادا کر سکتا ہے۔ تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ جمع بین الصلوٰتین کرنا طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا جیسا کہ اکثر اصحاب سفر کا خیال ہوتا ہے کہ سفر میں دو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ہی سنت ہے خواہ عذر موجود ہو یا نہ ہو۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ قصر کرنا طریقہ نبوی ہے اور جمع بین الصلوٰتین ایک عارضی رخصت ہے۔ لہٰذا مسافر کیلئے چار رکعتوں کو دو پڑھنا یعنی قصر کرنا تو سنت ہے خواہ عذر ہو یا نہ۔ مگر جمع بین الصلوٰتین ایک وقتی حاجت و رخصت ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں فرق ہے اسکی صورت

شرعی رخصتوں کے غلط استعمال کی دیگر مثال

کہ مبادا اس کے اندر حرام و شبہ نہ مل جائے اور بعض علماء سے گوشت اور
جاہل صوفیوں اور زاہدوں پر اس بیہودہ ورع و پرہیزگاری کا جنون اس قدر سوار ہوا
کہ اسلامی شہروں کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز تک کو حرام و شبہ سمجھ کر ٹال دیتے۔ اور نہ
کھاتے۔ کہ عیسائی شہروں سے آئی ہوئی چیزوں کو حلال و طیب بیان کر کے کھا جاتے
اور بعض عیسائی شہروں سے کھانے کی چیزیں (بسکٹ وغیرہ) منگواتے۔ تو کیجئے
ان جاہل صوفیوں کو جہل مفرط اور غالیانہ زہد نے ہی اہل اسلام سے بدظن کرا
اور عیسائیوں کے حق میں حسن ظنی و خوش فہمی کا بیج بو دیا۔ نعوذ باللہ۔

تو تعلیم امر و نہی کی حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ بے ضرورت کی رخصتوں سے
بکار ہیں اور نہ ہی ان میں تشدد و غلو ہو کیونکہ امر و نہی سے اصل مقصود تو یہ ہے
صراط مستقیم اس پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔

شیطان کے دو داؤ: افراط و تفریط

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ امر الٰہی کے
متعلق شیطان دو قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اول تقصیر و تفریط دوم غلو و
افراط جس حربہ سے بھی کسے انسان پر کچھ کامیابی کے آثار نظر آتے ہوں اس
راہ ہی جو ہی کا زور لگا دیتا ہے۔ پہلے قلب انسانی کا گوشہ گوشہ ٹٹول کر جانچ
لیتا ہے کہ اس میں تفریط کا عنصر غالب ہے یا افراط کا۔ اگر اس میں لچک نرمی سستی
و لغزش اور رخصت پسندی نظر آئے تو اسی ذریعے سے پھانس کر اسے امر الٰہی
کی ادائیگی سے بالکل بزدل بنا کر بٹھا دیتا ہے۔ اور اس کے ایک ایک عضو پر
(چھیا) ان اور سستی و کاہلی کے قفل جڑ کر اس پر طرح طرح کی تاویلات کے

جرأت موجود ہو اور مزید براں افراط و تفریط کی راہ سے بچ کر درمیانی راہ بمضبوطی کے ساتھ جم جائے۔ تو پھر دیکھئے عزوجل کی اعانت کس طرح دستگیری کرتی ہے۔ فللّٰہ الحمد

امرونہی کی علت وحکمت شرعی کا علم مزید انقیاد کا باعث ہونا چاہئیے

تعظیم امرونہی کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ انسان کسی امر کو کسی ایسی علت پر محمول کرکے ترک نہ کر دے جو امر الٰہی کے متعلق ضعف انقیاد اور عدم تسلیم کا باعث ہو۔ بلکہ ارشاد خداوندی کو سنتے ہی اسے بسر تسلیم کر دینا چاہئیے۔ خواہ اس کی حکمت کا علم ہو یا نہ ہو۔ اگر اس نہی کی حکمت شرعی کا پتہ چل جائے تو اسے مزید انقیاد و تسلیم اور اطاعت کا موجب ہو جانا چاہئیے نہ یہ کہ وہ زندقہ و الحاد اور بے دینی کا باعث ہو جیسا کہ اکثر زندیق فقیروں اور جاہل صوفیوں کے لئے زندقہ و الحاد کا باعث ہوئی۔ کیونکہ عزوجل نے پانچ نمازیں مشروع فرمائی ہیں تو اس لئے کہ ذکر الٰہی ہمیشہ قائم و دائم رہے اور دل، زبان اور اعضا وجوارح تمام اپنی اپنی جگہ اپنا اپنا مقررشدہ وظیفہ عبودیت ادا کرتے رہیں جس کے لئے انسان پیدا ہوا۔ تو گویا نماز عبودیت کے اکمل ترین مراتب پر منتج ہوئی جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔

ایمان و اخلاص اور غفلت وشہوت کا مرکب انسان

اس کی وجہ یہ ہے کہ عزوجل نے انسان کو پیدا کرکے اشرف المخلوقات قرار دیا اور جملہ کائنات سے ممتاز کرنے کے لئے دل کو ایمان و توحید اخلاص ومحبت

اغوائے شیطانی و فضلِ رحمانی

غرضیکہ جب انسان طرح طرح کے امتحانات میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس کی بیشمار لاؤ لشکر و جیش اور قلعے لیکر امداد کی جاتی ہیں۔ اور اسے کہدیا جاتا ہے کہ بیاں اچھے یہ لشکر موجود ہیں جسقدر ان میں سے لینا چاہتے ہیں لے کر اپنے دشمن سے خوب ڈٹ کر جہاد کیجیے اور پھر یہ قلعے بھی موجود ہیں جس کے ذریعے اپنی حفاظت و بچاؤ کر سکتے ہیں کیجیے۔ مگر یاد رکھیے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں۔ اس کے لیے بھی جلد از جلد توشۂ آخرت جمع کر لیجیے۔ اور اس کے لیے بالکل تھوڑا سا ٹائم دیا گیا ہے

اور مرنے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ کہ معاملہ بالکل قریب سر پر موجود اور دنیا ہی کیلیے بالکل تھوڑی سی مہلت دی گئی ہے۔ اپنے کو یوں تصور کیجیے گویا ہرت طرف سے شہنشاہ کے ہاں جا رہا ہے جس نے اپنے پیغامبر اور خادم و نوکر بھیج رکھے ہیں کہ تجھے اپنے اصلی گھر میں منتقل کرائیں اور اب تو گویا جہاد کی تمام کلفتوں سے بےفکر اور با آرام ہو چکا ہے اور تجھ کو دشمن سے بچا کر دار الکرامۃ یعنی باعزت مقام جنت میں پہنچا دیا گیا ہے۔ جہاں آپ من مانی خوشیاں کر رہے ہیں کیونکہ تیرے دشمن کو سخت ترین قید خانے میں ڈالدیا گیا ہے دیکھیے جس قید خانے میں وہ تجھ کو اسیر کرنا چاہتا تھا ہم نے اسی میں اسے جکڑ کر اوپر سے قفل لگا دئیے ہیں اب وہ رہائی و نجات اور آرام و خوشی سے بالکل ناامید اور آپ اس تھوڑی سی بات تک صبر کرتے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے بالکل قلیل مدت تمام کرنے کے عوض جنت میں من مانی خوشیاں

کر رہے ہیں اور دل خوش کر رہے ہیں حالانکہ وہ بشارت کی ایک ہی گھڑی تھی جو آئی اور ہو لی گویا کچھ تکلیف ہی سر پر سے گذری تھی۔

دنیائے چند روزہ پر غرور

اگر اس بات کے سمجھنے سے طبیعت تامل ہو کہ یہ گھڑی کیسے جلد از جلد گذر جاتی ہے تو حسب ذیل ارشادات خداوندی میں غور و فکر کرنا چاہیئے

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ع

جس روز عذاب کو دیکھیں گے تو ایسی سمجھیں گے گویا صرف ایک گھنٹہ دنیا میں ٹھہرے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا (نازعات ع)

جب قیامت کا ملاحظہ کریں گے تو یوں کہیں گے گویا صرف شام یا صبح کا وقت ٹھہرے ہیں

ایک جگہ یوں ارشاد ہے۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (مومنون ع)

پوچھا جائیگا دنیا میں کتنے سال ٹھہرے ہو کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں حکم ہوگا بہرحال تم بہت تھوڑا ساعت ہی کی بات ہے کاش تم کچھ علم رکھتے

ایک جگہ یوں فرمایا۔

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا (طٰہٰ ع)

جب صور اسرافیل پھونکا جائیگا اور اس روز مجرموں کی نیلی آنکھیں کر کے اٹھائیں گے آہستہ آہستہ باہم کہتے ہونگے کہ تم دس ہی دن رہے ہو

يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا (طٰہٰ ع ۶)	صرف دس روز ہی ٹھہرے ہمیں اس بات کا خوب پتہ ہے جب کہ ان میں کا صائب الرای کہیگا تم تو صرف ایک دن ہی ٹھہرے۔

آنحضرت صلعم کا عبرت انگیز خطبہ

اگر حدیث نبوی سے تسکین چاہتے ہیں تو سنیئے!

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرمایا جب سورج ڈھل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر غروب ہونے کے قریب چلا گیا تو آپؐ نے فرمایا

اِنَّہٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا فِيْمَا مَضٰى اِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْمَا مَضٰى مِنْهُ	گذشتہ کی نسبت دنیا صرف اس قدر باقی رہ گئی ہے۔ جتنا یہ دن غروب ہونے میں باقی ہے

تو ایک دانشمند اور اپنی جان کے خیرخواہ انسان کو اس حدیث میں غور کرنا چاہئے اور خیال کرنا چاہئے کہ پوری دنیا گذر جانے کے بعد اس قلیل مدت میں کچھ حاصل ہوگا؟ تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ اب تک وہ سراسر غرور و فریب اور خوابوں کی دنیا میں تھا اور اس نے ایک حقیر و بے قیمت چیز کے عوض ابدی سعادت مندیوں اور دائمی نعمتوں کو فروخت کر ڈالا اور اگر وہ دنیا کی بجائے خدا و دار الآخرت کی طلب و جستجو کرتا۔ تو عزوجل اسے مدت سے زیادہ جنتیں مقیم اور دنیا سے کئی گنا کا ان کا حصہ عنایت کرتا۔

أيها الناس إنكم لم تخلقوا عبثاً و
لم تتركوا سدى وإن لكم معاداً
يجمعكم الله عز وجل فيه للحكم
بينكم والفصل بينكم فخاب وشقي
عبد أخرجه الله عز وجل من
رحمته التي وسعت كل شيء و
جنته التي عرضها السموات والأرض
وإنما يكون الأمان غداً لمن خاف
الله واتقى وباع قليلاً بكثير وفانياً
بباق وشقاوة بسعادة ألا ترون
أنكم من أصلاب الهالكين وسيخلفها
بعدكم الباقون ألا ترون أنكم في
كل يوم تشيعون غادياً ورائحاً إلى
الله قد قضى نحبه وانقطع أمله
فتضعونه في صدع من الأرض
غير موسد ولا ممهد قد خلع
الأسباب وفارق الأحباب وواجه
الحساب

لوگو تم بیکار نہیں پیدا کئے گئے اور نہ تم غیر
مکلف چھوڑے گئے ہو بلکہ تمہارے لئے ایک
معاد مقرر ہے جس میں عزوجل نے جمع کر کے
تمہارا فیصلہ کرنا ہے تو وہ شخص بڑا ہی بدنصیب
بدبخت اور خسارہ میں رہیگا جسے عزوجل نے
اس دن اپنی رحمت واسعہ سے جو تمام کائنات
سے وسیع تر ہے اور اپنے بہشت سے جس کا
صرف عرض ہی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے
باہر نکال دیا اس دن وہی شخص با امن ہوگا
جس کے دل میں تقوی اور خوف خدا موجزن
ہو جو قلیل کو کثیر کے عوض فانی کو باقی رہنے
والی کے بدلے اور بدبختی کو نیک بختی کے عوض
فروخت کر ڈالے تم دیکھتے نہیں ہو کہ تم سلف کی
مرنے والوں کی پشت میں تھے اب تمہارے
بعد تمہارے کئی زندہ جانشین ہوں گے
کیا دیکھتے نہیں ہو؟ کہ روزانہ تم ایک نہ ایک
شخص کو خدا کے ہاں رخصت کرتے رہتے ہو
جس کا پیمانہ زندگی لبریز اور امیدیں ختم ہو چکی ہوتی
ہیں اور تم اسے ایک گڑھے میں ڈال دیتے ہو جہاں نہ کوئی تکیہ ہے نہ بستر راحت ہے جہاں

لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَامُرَ بَنِي اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَعْمَلُوْا بِهَا فَاَمَّا اَنْ تَامُرَهُمْ وَاِمَّا اَنْ اٰمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيٰى اَخْشٰى اِنْ سَبَقْتَنِيْ بِهَا اَنْ يُّخْسَفَ بِيْ اَوْ اُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَاَ الْمَسْجِدُ وَقَعَدُوْا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَمَرَنِيْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ اَعْمَلَ بِهِنَّ وَاٰمُرَكُمْ اَنْ تَعْمَلُوْا بِهِنَّ اَوَّلُهُنَّ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَاِنَّ مَثَلَ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرٰى عَبْدًا مِّنْ خَالِصِ مَالِهٖ بِذَهَبٍ اَوْ

کہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ وہ ان پر کاربند ہو جائیں۔ اب آپ انہیں یا تو خود ارشاد فرمائیے۔ یا مجھے کہنے کی اجازت دیجئے۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا آپ سبقت مت کیجئے۔ کیونکہ اگر آپ اس حکم کی تعمیل میں مجھ پر سبقت کریں گے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے زمین میں نہ دھنسا دیا جائے۔ یا کسی دیگر عذاب میں نہ مبتلا کر دیا جائے۔ الغرض یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع فرمایا۔ تو مسجد بھر گئی۔ اور آپ ایک اونچی جگہ بیٹھ کر وعظ فرمانے لگے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم صادر فرمایا ہے۔ کہ پانچ چیزوں پر خود بھی عمل کروں اور تمہیں بھی ان کی تعمیل کا حکم دوں اول یہ کہ خدا کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو مت شریک ٹھہراؤ اور خدا کا شریک بنانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو خالص اپنے صرف اپنے ہی سونے چاندی

وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهٖ
دَارِىْ وَهٰذَا عَمَلِىْ
فَاعْمَلْ وَاَدِّ اِلَىَّ
فَكَانَ يَعْمَلُ وَ
يُؤَدِّىْ اِلٰى غَيْرِ سَيِّدِهٖ
فَاَيُّكُمْ يَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدُهٗ كَذٰلِكَ
وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكُمْ
بِالصَّلٰوةِ فَاِذَا صَلَّيْتُمْ
فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهٗ
لِوَجْهِ عَبْدِهٖ فِىْ
صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَلْتَفِتْ
وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ
فَاِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ
رَجُلٍ فِىْ عِصَابَةٍ
مَعَهٗ صُرَّةٌ فِيْهَا مِسْكٌ
كُلُّهُمْ يَعْجَبُ اَوْ يُعْجِبُهٗ
رِيْحُهَا وَاِنَّ رِيْحَ الصَّائِمِ
اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ

سے غلام خرید کرے اپنا گھر اور اپنا کام کاج
بتادے کہ یہاں بیٹھے میرا کام کیا کر اور یہ
یہ میرا کام اسے کیجیے اور مجھے دیجیے اب
وہ کام بھی کرتا جاتا ہے اور سارا کما کر
اصل مالک کے سوا کسی غیر کو دیتا جاتا ہے
تو بتلا کوئی چاہتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو
نیز خدا تعالے کا ارشاد ہے کہ
نماز پڑھا کرو اور جب پڑھو تو ادھر ادھر
التفات نہ کرو کہ جب تک نمازی اِدھر
اُدھر نہ دیکھنے لگے حق جل اپنا چہرہ اس
کے چہرہ کی طرف کئے رکھتا ہے اور اس
کی طرف متوجہ رہتا ہے
اور میں تمہیں روزے رکھنے کا
حکم دیتا ہوں اور اس کی مثال اس شخص
کی سی ہے جو کسی جماعت میں جاتا ہو
اور اس کے پاس کستوری کی ایک تھیلی
ہو جس کی خوشبو سے سب کا دماغ معطر
ہو جاوے یا کم از کم اس کا اثر معطری پہنچے
گا یاد رکھو اللہ کے یہاں روزہ دار کے منہ

مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَأَمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلٰى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَفْدِي نَفْسِي مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدٰى نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَأَمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتّٰى إِذَا أَتٰى عَلٰى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ

کی بدبو کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے۔
نیز میں تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا ہو اور وہ اس کی مشکیں باندھ کر قتل کرنے کے لئے قتل گاہ کی طرف لیجا رہے ہوں۔ اور وہ تھوڑا بہت مال دے کر دشمن سے اپنی جان بچالے۔
نیز میں تمہیں ذکر الٰہی کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پیچھے دشمن لگ گیا ہو اور وہ اس کے آگے بھاگا بھاگا ایک مضبوط قلعہ کے پاس پہنچکر اندر گھس جائے اور اپنی جان بچالے۔ بالکل اسی طرح انسان اپنے نفس کو شیطان سے ذکر الٰہی کے سامنے

لہ یہاں پانچوں جگہ أمرکم کو بصیغہ متکلم منسوب کیا گیا ہے کیونکہ عزوجل نے انہیں ان پانچوں امور کی تبلیغ کا مکلف بنایا تھا۔ لیکن صلوۃ میں بصیغہ غائب عزوجل کی جانب منسوب کیا ہے۔ اس لئے اس کا مقتضا یہ تھا کہ ما بعد کو اسی امر بالصلوۃ پر بصیغہ غائب عطف ڈالا جاتا ۱۲

حسن صحیح ہے

دیکھئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم الشان حدیث کے اندر جس کا یاد کرنا، پڑھنا، پڑھانا اور سمجھنا ہر مسلمان کے لئے مناسب ہے۔ وہ تمام چیزیں بیان فرما دی ہیں جن سے انسان شیطان لعین سے نجات پا سکتا ہے۔ اور جن پر عملدرآمد سے دنیا و آخرت میں نجات و کامیابی حاصل کر کے سرخرو ہو سکتا ہے۔

موحد و مشرک کی تمثیل

غور کیجئے! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں موحد و مشرک کی مثال بیان فرمائی کہ موحد کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے مالک کے گھر اپنے ہی مالک کا کام کرے۔ اور جو کچھ تیار کرے وہ اپنے مالک ہی کے حوالے کر دے۔ اور مشرک کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے اس کے مالک نے اپنے گھر میں کسی کام پر مقرر کیا ہو۔ اور وہ بنا بنا کر سب کچھ بنایا اپنے مالک کے سوا کسی اور کے حوالے کر دیا کرے۔ یعنی مشرک کا یہ حال ہے کہ خدا کے گھر رہ کر غیر اللہ کا کام کرتا ہے اور پھر خدا کی نعمتوں سے خدا کے دشمن کا قرب تلاش کرتا ہے اور دشمن خدا کو راضی کرتا ہے۔

ل امام نسائی نے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت فرمایا ہے۔ نیز امام ابن خزیمہ و ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حافظ عبد العظیم منذری فرماتے ہیں کہ کتب ستہ میں اس حدیث کے سوا حارث اشعری کی کوئی حدیث نہیں

بہرحال مشرک نے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ و مردہ معبود و شریک بنا رکھے ہیں خدا کی نسبت ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں زیادہ ڈرتے ہیں۔ زیادہ امیدیں رکھتے ہیں زیادہ معاملات رکھتے ہیں۔ زیادہ رضا جوئی چاہتے ہیں اور ان کے غضب سے زیادہ دور بھاگتے ہیں[1] اور یہی وہ شرک ہے جسے عزوجل کبھی نہیں بخشے گا جیسا کہ ارشاد ہے

خدا شرک کو کبھی نہیں بخشے گا علاوہ ازیں جسے چاہیگا معاف کردیگا	اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نساء ع)

[1] اس سے زیادہ واضح تر کیا چیز ہوگی؟ کہ دیکھے ہوئے مردہ معبود کی قبر پر بہ نہایت عجز و نیاز و خشوع و خضوع سے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور خوف کے مارے کانپ کانپ کر ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے گر پڑتے ہیں اور پورے عاجز و مسکین اور انتہائی عاجزو ذلیل بن کر اپنی ضروریات کو پوری الحاح وزاری کے ساتھ واضح تر بیان کرتے ہیں کہ تیرے در کا سگ ہوں وغیرہ خرافات اور علی سے اعلیٰ مال خوشی سے صندوق نذرانہ میں ڈال کر بھی حق نذرانہ کی عدم ادائیگی کا افسوس لئے ہوتے ہیں حالانکہ جب نماز میں خدائے ذی الجلال و جبروت کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو اس کا ہزارواں حصہ بھی خشوع و خضوع اور خوف خدا نہیں ہوتا اور بادلی اور بے عجلی سے اور بالکل بے پروائی سے کھڑا ہوتا ہے۔ کوے کی طرح ٹھونگیں مارتا ہے۔ اور جلدی سے فراغت ذکر اور دعا کو مصیبت کی طرح لپیٹتا جاتا ہے۔ نہ الفاظ کا پتہ کرتا ہے اور نہ ان کا معنی سمجھتا ہے۔ اور خشیت و خوف الٰہی کا تو اس کے نفس کو چھوڑ دل کو بھی احساس نہیں ہوتا۔ توبہ اور اس قسم کی بیشمار مثالیں (بقیہ صفحہ ۵۶)

بہشت حرام کر دیا۔ لہذا اس میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا۔ صرف اہل توحید ہی اس میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ توحید دروازہ بہشت کی چابی ہے۔ اس لئے جس کے پاس یہ چابی ہوگی اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر چابی کے دندانے نہ ہوں گے۔ تو پھر بھی دروازہ نہیں کھل سکے گا۔ اور اس چابی کے دندانے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ سچ بولنا، امانتوں کو ادا کر دینا، صلہ رحمی کرنا، والدین سے نیک سلوک سے پیش آنا وغیرہ ہیں۔ لہذا جس نے دنیا میں ہی توحید کی صحیح سالم چابی بنا کر اس میں اوامر الٰہی کی اطاعت کے دندانے بھی لگا لئے۔ تو قیامت کے دن جب وہ جنت کے دروازے پہنچے گا۔ تو چونکہ اس کے پاس وہ چابی موجود ہوگی جس کے سوا جنت کا دروازہ کھل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے جنت کا در کھولنے میں اسے مشکل نہیں پیش آئے گی الا یہ کہ اس کے پاس ایسے گناہ، خطا کاریاں اور بدلیوں کے گٹھڑ ہوں جن کا اثر دنیا میں توبہ و استغفار سے بھی زائل نہ ہو سکا ہو تو جب تک وہ ان سے پاک صاف نہ ہو جائے۔ بہشت میں داخل ہونے سے روک دیا جائیگا اور اگر اسے موقف اور موقف کے ہول و شدائد نے پاک نہ کیا۔ تو اسے جہنم میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ تاکہ اس کی پلیدی نکل جائے اور گناہ کی میل کچیل سے صاف ہو جائے۔ بعد ازاں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائیگا۔

دار الطیبین و دار الخبیثین

کیونکہ جنت دار الطیبین یعنی پاک لوگوں کا گھر ہے۔ اس میں طیب و

بعد جنتیوں کو دھڑام دوزخ میں دھکیل دیگا لہذا اس میں خبیث لوگ ہی رہ جائیں گے۔ اور کوئی نہیں ہوگا۔

لوگوں کی تین قسمیں

اور چونکہ تمام لوگ تین قسم کے ہوں گے (۱) اول وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و پاکیزگی ہوگی خباثت کا نام تک نہ ہوگا (۲) دوم وہ لوگ جن کے ہاں محض خباثت ہی خباثت ہوگی نیکی و صفائی کا نام تک نہ ہوگا، (۳) سوم وہ لوگ جن کے ہاں نیکی و خباثت، دونوں ملی جلی ہونگی۔

تین قسم کے مکان

اس لئے ان کے رہنے کے بھی تین قسم کے گھر ہوں گے۔ اول دار الطیب المحض یعنی محض نیک پاک لوگوں کے لئے۔ دوم دار الخبث المحض یعنی صرف خبیث لوگوں کے لئے۔ یہ دونوں قسم کے گھر کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ سوم ان لوگوں کا گھر جن میں نیکی و خباثت دو تو موجود ہوں گی۔ یہی وہ گھر ہے جو فنا ہو جائیگا۔ اور یہ دار العصاۃ یعنی عاصیوں کا گھر اس کے فنا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوزخ میں کوئی اہل توحید عاصی باقی نہیں رہیگا۔ سب باہر آجائیں گے۔ کیونکہ جب اپنی سزا کے برابر ان کو عذاب مل جائیگا۔ تو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے۔ لہذا صرف دو گھر ہی باقی رہیں گے (۱) دار الطیب المحض یعنی جس میں صرف نیک اور پاکیزہ لوگ ہوں گے۔ (۲) دوم دار الخبث المحض۔ یعنی جس میں صرف اہل خبث ہوں گے۔

حدیث حارث کے جملہ وامرکم بالصلوٰۃ کی تشریح

اب مذکورہ طویل حدیث میں یحییٰ علیہ السلام کا جملہ ذیل ملاحظہ فرمائیے کہ

وَاٰمُرُکُمْ بِالصَّلٰوۃِ فَاِذَا صَلَّیْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْصِبُ وَجْہَہٗ لِوَجْہِ عَبْدِہٖ فِیْ صَلٰوتِہٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ

میں تمہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہوں جب نماز پڑھو تو ادھر ادھر مت جھانکو کیونکہ جب تک بندہ نماز میں دائیں بائیں جھانکے نہیں تو عزوجل اپنا چہرہ اس کی طرف کیے رکھتا ہے۔

التفات قلبی و بصری

نماز میں جو التفات دائیں بائیں جھانکنا منع فرمایا گیا ہے وہ دو قسم کا ہے

اول التفات قلب۔ یعنی خدا تعالےٰ کی طرف سے دل ہٹا کر غیر اللہ کی طرف لگانا

دوم التفات بصر یعنی خدا سے نظر ہٹا کر غیروں کی طرف جھانکنا۔

یہ دونوں قسم منع ہیں۔ اور جب تک انسان نماز کی طرف متوجہ رہتا ہے عزوجل اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب دل یا آنکھیں ادھر غیر اللہ کی طرف پھیر لیتا ہے تو عزوجل بھی اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] ابوداؤد اور نسائی نے بواسطہ ابی الاحوص ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایزال اللّٰہ مقبلاً علی العبد فی صلوتہ ما لم یلتفت فاذا صرف وجہہ انصرف عنہ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ نمازی کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک نمازی ادھر ادھر نہ جھانکے اللہ عزوجل اسکی طرف متوجہ رہتے ہیں جب بندہ خدا سے منہ پھیر لیتا ہے تو عزوجل بھی اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

وسلم سے نماز میں دائیں بائیں جھانکنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ[۱]

شیطانی جھپٹ ہے جو کہ شیطان نمازی کی نماز سے جھپٹ مارتا ہے۔

ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى خَيْرٍ مِّنِّىْ؟ اِلٰى خَيْرٍ مِّنِّىْ؟[۲]

عزوجل فرماتے ہیں کیا مجھ سے کسی بہتر ہستی کی طرف جھانکتا ہے؟ مجھ سے اعلیٰ کی طرف؟

نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کی مثال

نماز میں التفات قلبی و بصری (یعنی دل یا آنکھ سے) ادھر ادھر جھانکنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جیسے کوئی بادشاہ بلائے اور اپنے سامنے کھڑا کرکے اس سے بات چیت اور گفتگو کرنے لگے وہ عین وقت اثنائے کلام میں ہی بادشاہ سے توجہ ہٹا کر دائیں بائیں جھانکنے لگ جائے اور توجہ قلبی نہ ہونے کے باعث بادشاہ کے کلام کا مفہوم تک نہ سمجھ سکے کیونکہ اس کا دل تو وہاں سے غیر حاضر ہوگا۔ تو ایسے شخص کے متعلق بتلائیے! سلطان کا کیا رویہ ہوگا؟ کیا وہ کم از کم اتنی سزا کا مستحق نہ ہوگا کہ بادشاہ کی نظروں سے گر کر اور غضب سلطانی کی زد میں آکر شاہی عدالت سے مار مار کر نکال دیا جائے۔

---

[۱] بخاری و مسلم ابو داؤد نسائی۔ [۲] حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب میں بعینہٖ یہ روایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلعم سے طویل حدیث میں سے ذکر کرکے کہا کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے ۱۲

حضورِ قلب اور بے خشوع کی نماز میں فرق

اسرارِ نماز

کبھی اس نمازی کے برابر نہیں ہو سکتا جس کی تمام تر توجہ نماز میں صرف خدائے جل شانہٗ کی ذاتِ اقدس کی طرف مرکوز ہے اور جس نے اپنے دل کو اپنے ہی اس ذات کی عظمت و ہیبت سے خبردار کر کے جس کے سامنے اب ہاتھ باندھے کھڑا ہے اپنے ... دل کے رگ و ریشہ میں خدا کی ہیبت و عظمت طاری کر لی ہے اور وہ دہشتِ خداوندی سے تھر تھر کانپ رہا ہے اس کی گردن خم ہو چکی ہے اور وہ اپنے رب سے شرمسار ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کو چھوڑ کر غیروں کی طرف التفات کرے یا جھانکے۔ اور نہ ہی ان دونوں کی نمازیں یکساں ہو سکتی ہیں جیسا کہ حسان ابن عطیہ کا قول ہے

إِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَكُوْنَانِ فِي الصَّلٰوةِ الْوَاحِدَةِ وَإِنَّ مَا بَيْنَهُمَا فِي الْفَضْلِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

دو آدمی ایک ہی نماز میں کھڑے ہوتے ہیں لیکن دونوں کے درمیان میں زمین و آسمان کا تفاوت ہوتا ہے

اس کی وجہ محض یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دوسرا غافل تو یاد رکھیے سامنے حجاب ہوتے ہیں جب انسان بے حسی میں مخلوق کی طرف متوجہ ہو تو وہ کوئی توجہ وغیرہ نہیں اور نہ ہی اسے اقامت کا نام دیا جاتا ہے تو گویا جلوے خالق کے سامنے حجاب کھڑے ہیں توجہ الی اللہ اور قربتِ خداوندی کا نام دیا جا سکتا ہے علیٰ ہذا القیاس جب انسان اپنے خدا خالقِ حقیقی کی طرف متوجہ ہو اور سامنے سے پردے ہٹ جائیں اور درمیان

شہوات کا حجاب چڑھا ہو جس سے طبیعت مشغوف ہو کر سرتاپا شہوانی خیالات
اور شہوانیات کے لئے خدا تعالےٰ سے غافل کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیا

نماز سے شیطان بہت چڑتا ہے

انسان جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو شیطان کی
کو غیرت آتی ہے کیونکہ انسان اس وقت ایک ایسے مقام میں ہوتا ہے۔ جو
تمام مقامات سے افضل و اقرب الی اللہ عظیم الشان اور شیطان کو از حد چڑانے
اور غصہ چڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے اس مقام سے
اکھیڑنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کرتا ہے۔ اسے جھوٹے
وعدے دیتا ہے۔ خواہشات کے سبز باغ دکھاتا ہے طرح طرح سے بہلاتا
ہے اور اپنے تمام سوار و پیادے اس پر چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس
کے دل سے نماز کی اہمیت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور وہ سستی کرتے کرتے
آخر تارک الصلوٰۃ بن جاتا ہے

نماز میں شیطان کے داؤ

اگر وہ اتنا بھی نہ کر سکے اور انسان
اس کے قابو سے باہر رہ کر
اپنی مقام میں قائم رہے۔ تو دشمن خدا دل میں طرح طرح کے وسواسات
ڈالنے کے درپے ہو جاتا ہے اور انسان اور اس کے دل میں حائل ہو کر
طرح نماز میں وہ وہ چیزیں یاد دلاتا ہے۔ جو نماز شروع کرنے سے پہلے اس
کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات بعض اہم ضروریات
اور سخت ضرورت کی چیزیں یاد دلاتا ہے جن سے انسان بالکل مایوس ہو

نا امید ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسان نماز کی حالت میں ان چیزوں
کے نقصان میں لگا ہے اور نماز میں اس کا دل موجود ہی نہیں ہوتا لہٰذا اس توجہ
الی اللہ سے جو الطافات و اکرام الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں ان سے محروم ہو جاتے
اور بعینہ اس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ خود تو نماز میں موجود ہوتا ہے
مگر اس کا دل موجود نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو الطافات و اکرام خدا تعالیٰ کی جانب
سے نماز میں حاضر القلب اور متوجہ الی اللہ شخص کو حاصل ہوتے ہیں ان
تمام سے وہ یکسر محروم رہتا ہے۔ اور جس طرح گناہوں اور بدیوں کے بوجھ
لیکر نماز میں داخل ہوا تھا ویسے کا ویسا ہی گناہوں سے لدا نماز سے فارغ
ہوتا ہے ایک گناہ تک ہلکا نہیں ہوتا

حقیقی نماز سے راحت قلبی اور آنکھوں کی ٹھنڈک

حالانکہ نماز کی تو حقیقت ہی یہ ہے کہ جو اسے کمال خشوع و خضوع
حضور قلب کے ساتھ ادا کرے۔ اور اپنے تن من سے بارگاہ رب العزت میں متوجہ
الی اللہ ہو جائے۔ اس کی بدیوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اور ایسا شخص جب
نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنی طبیعت میں ہلکا پن محسوس کرتا ہے اور ایسے
محسوس ہوتا ہے کہ اس سے بے شمار بوجھ اتر چکے ہیں حتیٰ کہ طبیعت میں ایک
تازگی نشاط و انبساط اور آرام و سرور پاتا ہے۔ ایسے نمازی سے کاش اگر وہ نماز
سے فارغ نہ ہوتا۔ کیونکہ یہ نماز گویا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا درجہ
رکھتی ہے اور نماز راحت اور دنیا ہی میں اس کے دل کی جنت کا درجہ رکھتی ہے

لہٰذا وہ جتنک نماز سے باہر رہتا ہے آپ کی طرح بے چین اور اپنے گوشہ عافیت اور قید خانے میں محبوس کرتا ہے تا آنکہ دوبارہ نماز میں داخل ہو کر با آرام ہو نہ یہ کہ نماز سے بے آرام ہو کیونکہ خدا کے محب تو کیا ہی یوں کرتے ہیں کہ آدمیان!

تملی بنستر نجے بصلاتنا نماز پڑھ کر طبیعت خوش کریں

چنانچہ خدا کے پیاروں کے امام و مقتدا اور ان کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

یا بلال ارحنا بالصلوٰۃ [1] اے بلال آپ ہمیں نماز سے خوش کیجئے

یہ نہیں کہا تھا کہ ارحنا منہا کہ نماز سے ہماری جان چھڑائیے

نیز آپ نے فرمایا تھا کہ

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے

تو نماز جس ذات گرامی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ انہیں اس کے بغیر کیسے صبر آسکتا ہے؟ اور نماز کے بغیر ان کی آنکھیں کب ٹھنڈی ہو سکتی ہیں؟

نمازی کے لیے نماز کی دعا یا بددعا غرض یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے حاضر القلب انسان کی نماز ہی وہ نماز ہے جو آسمانوں کی طرف صعود کرتی ہے جس کی چمک دمک ہوتی ہے اور اس کے لیے نور و جمال ہوتا ہے جتنی کہ بڑھتے بڑھتے

---

[1] ابو داؤد بروایت سالم بن ابی الجعد اور نسائی و حاکم بروایت انس۔

إِلَى الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمْ يُكْمِلْ وُضُوْءَهَا وَأَخَّرَهَا عَنْ وَقْتِهَا وَاسْتَرَقَ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَمَعَالِمَهَا رُفِعَتْ عَنْهُ سَوْدَاءَ مُظْلِمَةً ثُمَّ لَا تُجَاوِزُ شَعْرَ رَأْسِهِ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ [1]

پڑھتے چڑھتے عز و جل کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ لیکن جو نماز کے لئے اٹھے۔ نہ پورا وضو کرے نہ وقت پر ادا کرے اور چوروں کی طرح اس کے رکوع وسجود و دیگر ارکان کی چوری کرے۔ تو سیاہ کالی ہو جاتی ہے اور اس کے سر سے بھی اوپر نہیں جاتی۔ اور ایسے بد دعا دیتی ہے کہ جا خدا تجھے اسی طرح ضائع و برباد کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کر لیا۔

غرضیکہ صلاۃ مقبولہ اور عمل مقبول یہ ہے کہ انسان ایسی نماز پڑھے جو خدائے عز و جل کے پیش ہونے کے لائق و قابل ہو۔ لہذا جب نماز بارگاہ رب العزت میں پیش ہونے کے قابل ہو جائے۔ اور صلاحیت رکھے۔ وہ نماز مقبول ہوگی

---

[1] اس حدیث کی سند بہت تلاش کی۔ مگر کہیں نہ ملی۔ البتہ طبرانی نے کبیر میں بروایت عبادہ بن صامت اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ البتہ احوص بن حکیم کو ابن مدینی و عجلی نے ثقہ بتایا مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ طبرانی نے اسی جیسی ایک اور حدیث بروایت انس بن مالک اوسط میں روایت کی ہے۔ مگر مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں عباد بن کثیر ہے جو بالاجماع ضعیف ہے۔ ارشد غفرلہ

جنتیں اور حوریں عنایت فرمائے گا۔ اور پہلی قسم کے لوگوں کو اپنی رضا اور قرب عنایت کریگا۔ اور ان کے درجے بلند کریگا۔ تو گویا ان کے لیے حساب چیزیں عنایت ہوں گی۔ بہرحال ایک تو عاسر یہ ہے اور ایک قاصر وغیرہ۔

نمازیوں کی پانچ قسمیں

نمازیوں کو بلحاظ نماز پانچ درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

اوّل مفرط یعنی اپنے نفس پر ظلم کنندہ شخص جو نماز کے اوقات۔ حدود و ارکان اور وضو وغیرہ کا نقصان کرتا ہے۔

دوم جو نماز کے اوقات حدود ارکان، اور وضو وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے لیکن وسوسوں کو دور کرنے میں زور نہیں صرف کرتا بلکہ نفس کو وسوسوں کی نذر کر دیتا ہے اور خیالات و تفکرات میں ہی لگا رہتا ہے۔

سوم جو اس کے حدود و ارکان کی بھی محافظت کرتا ہے۔ اور افکار و وساوس کو دور کرنے میں بھی ہمت صرف کرتا ہے تو ایسا شخص چونکہ اپنے دشمن کے ساتھ جہاد میں مشغول ہوتا ہے کہ اس کی نماز کی چوری نہ کر سکے۔ تو یہ صرف نمازی ہی نہیں بلکہ مجاہد بھی ہے۔

چہارم وہ شخص جو نماز کے لئے جب اٹھتا ہے تو اس کے جملہ حقوق ارکان اور حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے اور اس کی حدود و حقوق کی حفاظت میں ایسا دل مستغرق کرتا ہے کہ نماز کا ایک کچھ نقصان نہ ہونے پائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی تمام قوتیں کما حقہ نماز کی تکمیل و اتمام اور اقامت میں مصروف و منہمک ہوتی ہیں اور نماز و عبادت خداوندی کی اہمیت نے اس کا دل کلیتہً

نماز میں مستغرق کر دیا جاتا ہے

پنجم: وہ شخص جو نماز کے جملہ حقوق ارکان و حدود کو پوری طرح ادا کرتا ہے بلکہ قسم چہارم سے بھی چار قدم آگے ہے وہ اپنا دل حدود و ارکان نماز کی تکمیل میں صرف مستغرق ہی نہیں کرتا بلکہ دل کو اٹھا کر خدائے عزوجل کی بارگاہ عالی میں رکھ کر دل کی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہے اور اس کی محبت و عظمت سے اس قدر بھرپور ہو جاتا ہے گویا حضرت ذوالجلال کو دیکھ رہا ہو اور مشاہدہ کر رہا ہے اور دل کے تمام فکر و وساوس نکل چکے ہیں اور خدا تعالیٰ اور اس کے درمیانی حجابات تمام اٹھ چکے ہیں تو اس شخص اور غیروں کی نمازیں بلحاظ عظمت و فضیلت آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے اور ایسا شخص نماز میں اپنے رب سے مشغول ہوتا ہے اور مشاہدہ الٰہی سے ہی اپنی آنکھیں بار بار ٹھنڈی کرتا ہے

پانچوں قسم کے نمازیوں کی جزا

تو پہلی قسم کا نمازی ہی معاقب یعنی سزا کا مستحق ہوتا ہے قسم دوم محاسب یعنی حساب کے قابل ہوتا ہے قسم سوم مکفر عنہ یعنی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں قسم چہارم مثاب یعنی نماز سے گناہ معاف ہونے کے بعد اس پر ثواب بھی ملتا ہے قسم پنجم مقرب یعنی اسے خدا تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ اس جماعت کا فرد ہے جن کو نماز میں حقیقی چین اور سرور و آرام حاصل ہوتا ہے غرضیکہ جنہیں نماز پڑھنے سے دنیا میں قرۃ العینی حاصل ہوتا ہے آخرت میں بھی قرب خداوندی کے باعث

تو یعنی حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی وہ اس مرتبہ سے محروم نہیں رہے گا۔ اور جسے ذات باری تعالیٰ سے خشک جھینی حاصل ہو اس کی آنکھ ہی نہیں بلکہ تو ان جسمیہ مسرور ہوگا۔ اور جس کو ذات باری تعالیٰ سے بھی خشک جھینی حاصل نہ ہوئی تو اس کا جینا، کیا جینا؟ سراسر حسرت و ندامت ہے

التفات فی الصلوٰۃ سے حجاب

حدیث شریف میں ہے۔

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: ارْفَعُوا الْحُجُبَ فَإِذَا الْتَفَتَ قَالَ ارْخُوهَا

انسان جب نماز پڑھنے لگتا ہے۔ تو عزوجل فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ حجاب اٹھا دو۔ لیکن جب وہ التفات کرتا یعنی ادھر ادھر جھانکنے لگ جاتا ہے تو فرماتے ہیں حجاب ڈال دو

بس "التفات" کی تشریح سابقاً بیان ہو چکی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ سے دل ہٹا کر غیروں کی طرف لگانا "التفات" کہلاتا ہے۔

غرضیکہ جب وہ غیروں کی طرف التفات کرتا ہے تو عزوجل اپنے اور اس کے مابین حجاب کر دیتے ہیں حجاب ہوتے ہی شیطان آدا خل ہوتا ہے اور اس کے دل پر دنیوی امور کے طرح طرح کے خیالات و وسوسے ڈالنے لگ جاتا ہے اور بالکل بعینہ ایسے کر دکھاتا ہے جیسے انسان شیشے میں سے مختلف چیزیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جب توجہ قلبی خدا تعالیٰ کی جانب مبذول کر لیتا ہے اور ادھر ادھر نہیں تکتا تو شیطان کو اتنی قدرت نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ اور انسان کے دل کے

مائیں حائل ہو کر وسوسے ڈال سکے شیطان اسی صورت میں انسان پر
داخل ہو سکتا ہے جب خدا اور انسان کے درمیان حجاب ہو جائے لیکن
اگر انسان خدا تعالے کی طرف دوڑ کر جا جائے اور اپنے دل کو حاضر کرلے
تو شیطان فرار ہو جاتا ہے. اگر ادھر ادھر جھانکنے لگے تو پھر شیطان آ جاتا پھر
ہوتا ہے غرضیکہ نماز میں انسان اور اس کے دشمن شیطان کی ہوتی
جنگ لگی رہتی ہے پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز میں حضور قلب اور
اشتغال باللہ کی طاقت انسان کو تب ہی حاصل ہوتی ہے کہ اپنی تمام
خواہشات کو مغلوب و مقہور کرلے ورنہ سمجھ لیجئے کہ شہوت نے اس
کے دل کو مغلوب کرلیا ہے خواہشات اس کو اسیر کر چکی ہیں اور شیطان
نے اس کے اندر اپنا ٹھکانا بنا کر اس پر اپنا پورا قبضہ و تسلط جما لیا ہے تو
وہ افکار و وسواسات سے کیسے خلاصی ہو سکتا ہے

دل تین قسم کے ہیں

پھر دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں

اول یہ وہ دل جو ایمان اور تمام قسم کی خیر و برکت
سے خالی ہوتا ہے یہ دل اندھیری کوٹھڑی کی طرح تاریک ہوتا ہے جس کے اندر
کہ شیطان بے خوف ہوتا ہے کہ اس میں پوری آزادی سے وسوسے ڈالنے
کا موقع ملتا ہے اور لطیفہ یہ اس کے لئے خوشی کا مقام ہے کیونکہ اسی قسم
کا دل شیطانی اڈہ اور شیطان کی آماجگاہ ہوتا ہے اسی پر شیطان کا پورا
پورا قبضہ و تسلط ہوتا ہے اور شیطان بیٹھ کر جس طرح چاہتا ہے
اس پر حکمرانی کرتا ہے

دوسری قسم: وہ دل جو نورِ ایمان سے چمک دمک رہا ہوتا ہے۔ اس کے اندر نورِ ایمانی کی قندیل جگمگا رہی ہوتی ہے۔ لیکن اس پر ظلمت شہوت اور خواہشات کی تیز و تند آندھیاں چل رہی ہوتی ہیں تو اس قسم کے دل پر شیطان کبھی آتا رہے اور کبھی جاتا ہے کبھی چڑھتا ہے کبھی اترتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں باہم جنگ سی چھڑی رہتی ہے کبھی دل کا پلہ بھاری رہتا ہے کبھی شیطان کا اور بلحاظ قلت و کثرت دل کی مختلف حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات یہ زیادہ غالب رہتا ہے اور بعض اوقات شیطان کا غلبہ زیادہ رہتا ہے اور بعض اوقات برابر صورت ایک ہی غالب رہتا ہے اور دوسرا مغلوب۔

تیسری قسم: ایمان سے بھرا ہوا دل جو نورِ ایمانی سے چمک رہا ہے جس سے تمام حجابات شہوانی دور ہو چکے ہیں۔ ظلمات کافور ہو چکے ہیں غرضیکہ ایسا دل رکھنے والے سینے میں نورِ ایمان کی روشنی ہے جس میں ایسی حرارت موجود ہے کہ وسواسات اس کے قریب جائیں تو جل کر راکھ ہو جائیں۔ گویا وہ دل اس آسمان کی مانند ہے جس کی ستاروں سے حفاظت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شیطان اس کے قریب جاتا ہے۔ تو چنگاڑا کھا کر جل جاتا ہے۔

مومن کی حرمت و عزت آسمان سے زیادہ ہے

یہ بخوبی یاد رکھنا چاہئے کہ آسمان مومن سے زیادہ باحرمت نہیں مومن کی عزت و حرمت آسمان سے کہیں اعلیٰ و برتر ہے۔ اور آسمان سے

کہیں زیادہ خدا تعالے مومن کی حفاظت کرتا ہے۔ آسمان مستقر وحی فرشتوں کی آماجگاہ اور انوار طاعات کا مقام ہے۔ مگر مومن کا دل مستقر توحید منبع محبت چشمہ معرفت اور سرچشمہ ایمان ہے جس میں توحید الٰہی محبت خداوند معرفت الٰہی۔ اور ایمان باللہ کا نور جگمگا رہا ہے۔ تو یقیناً وہ اس قابل ہے کہ دشمن کی فریب کاریوں سے اسے محفوظ رکھا جائے۔ اور اس کی حفاظت کی جائے تاکہ وہ جھپٹ کے سوا کسی صورت اس کا نقصان نہ کر سکے۔

دل کی مثال تین قسم کے مکان

اس کی بہترین مثال یوں بھی دی جا سکتی ہے کہ مکانات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول شاہی مکان جس میں شاہی جواہرات شاہی خزانے اور شاہی ذخیرے جمع ہوتے ہیں۔ دوم انسان کا اپنا مکان جس میں صرف اس کے اپنے جواہرات و ذخائر اور خزانے ہوتے ہیں لیکن وہ شاہی خزانوں اور شاہی ذخیروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ سوم خالی مکان جس میں صفر بھی نہیں تو بتلائیے چور کس مکان کو نقب لگائیگا؟ اور کس سے چوری کریگا۔ اگر آپ کہیں کہ خالی مکان سے کچھ چرانا محال ہے کیونکہ اس میں چرانے کی چیز ہی کوئی نہیں یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ یہودی کہتے ہیں نمازوں میں وسوسہ نہیں آتا۔ تو ابن عباس نے خوب جواب دیا کہ

وَمَا یَصْنَعُ الشَّیْطَانُ بِالْقَلْبِ الْخَرَابِ ۔ خراب شدہ دل کو شیطان لے کر کیا کرتا ہے؟

اگر آپ کہیں کہ شاہی مکان سے بھی چوری کرنا محال ہے۔ کیونکہ اس پر محافظ وغیرہ دار ہوتے ہیں۔ اور اتنا سخت پہرہ ہوتا ہے کہ چور اس کے قریب تک نہیں جا سکتا۔ اور یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ بادشاہ خود بنفسہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اس کے ارد گرد بے شمار فوجیں اور لشکر بھی سنگینیں لئے موجود ہوتے ہیں۔ لہذا اب چور کے لئے صرف تیسرا گھر ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر وہ خوب ڈاکے ڈالتا ہے۔

اب دانش مند انسان کو اس مثال میں پوری طرح غور کرنا چاہیئے اور مکانوں کی بجائے دلوں پر چسپاں کرنا چاہیئے۔ تو تمام دل بعینہ ان مکانوں کی مثل معلوم ہوں گے۔

اول وہ دل جو ہر خیر و بہتری سے خالی ہو۔ یہ کافر و منافق کا دل ہے۔ یہی گھر بیت الشیطان یعنی شیطان کا گھر ہے جو اس نے اپنے لئے وقف کر رکھا ہے اور اپنا مسکن و قیام گاہ اور مستقر (اڈہ) بنا رکھا ہے۔ تو اس چلنے اس سے کیا چرانا ہے؟ جس میں اس کے اپنے ہی ذخائر و خزینے یعنی شکوک و خیالات اور شبہات و وسواسات پڑے ہیں؟

دوم۔ وہ دل جو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال، محبت و مراقبت اور حیا سے بھر چکا ہے۔ ایسے دل پر کس شیطان کی ہمت پڑ سکتی ہے؟ اور کون شیطان جرأت کر سکتا ہے؟ اور بفرض محال اس سے کوئی چیز چوری کرنا چاہے گا تو کیا چرائیگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کبھی انسان کی غفلت و بے خبری میں کسی وقت جھپٹ مار کر چھین لینے میں کامیاب ہو جائیگا تو یہ بعید از عقل

نہیں ممکن ہے کیونکہ غفلت انسان تو پھر بھی اس کا فطری خاصہ ہے آخر وہ بشر ہے اور بشریت کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ بھول جاتا ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے ذہول و نسیان ہو جاتا ہے اور پھر علاوہ بریں طبع بھی موجود ہے

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ایک آسمانی کتاب میں ہے

لستُ اسکنُ البیوتَ ولا تسعُنی
وای شیءٍ یسعُنی والسمواتُ
حشو کرسیّ ولکن انا فی قلبِ
الورعِ التارکِ لکلِ شیءٍ سوائی

میں گھروں میں سکونت نہیں کیا کرتا اور
نہ ہی گھروں میں سما سکتا ہوں اور مجھے کون
سی چیز اپنے اندر سما سکتی ہے حالانکہ تمام
آسمان تو میری کرسی میں سمائے ہوئے ہیں

ہاں میں ہوں تو اس شخص کے دل میں جس نے میرے سوا تمام چیزوں کو چھوڑ دیا ہے اور صرف مجھ سے لو لگائی ہے

یہی معنی حدیث ذیل کا ہے کہ

ما وسعنی سموائی ولا ارضی
ووسعنی قلبُ عبدی المؤمن

مجھے میرے آسمان و زمین اپنے اندر
نہیں سما سکے مگر مومن کا دل مجھے
اپنے اندر سما سکتا ہے

سوم وہ دل جس میں خدا تعالیٰ کی توحید و محبت معرفت اور ایمان باللہ اور اس کے دعا و رغبت کی لذت تو موجود ہوتی ہے مگر ساتھ ہی اس میں شہوات نفسانیہ اور عادات فاسدہ اور دیگر اسی طرح کی خواہشات بھی موجود ہوتی ہیں غرضیکہ دل کو دو قسم کے دواعی مصروف ہوتے ہیں اور وہ باری باری ان کے درمیان

ہوتا ہے کبھی ایمان و معرفت محبت الٰہی اور ارادت خداوندی کی دعوت دینے
والے کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور کبھی خواہشات و طبیعت کی طرف دعوت
دہندہ شیطان کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو ایسے دل کے متعلق شیطان کو
بہت بڑی امیدیں ہوتی ہیں ہر وقت اس پر وار چلاتا ہے اور قسم قسم کے
نقصانات کرتا ہے۔ رہی نصرت و کامیابی تو عزوجل جسے چاہے عنایت
فرماتا ہے۔ کیونکہ

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ (آل عمران ع ۱۳) | نصرت صرف خدائے عزیز و حکیم کی جانب سے ہی عنایت ہوا کرتی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے! کہ جو اسلحہ ہتھیار اس دل کے ہاں موجود ہوتے ہیں انہیں
سے شیطان کو قوت و قدرت حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جب وہ اس کے قریب
پہنچتا ہے تو لڑنے کے لئے اسلحہ و ہتھیار اس کے ہاں موجود پاتا ہے۔ لہٰذا وہ انہیں
لے لیتا اس سے لڑنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہتھیار کیا ہیں؟ یہی شہوات
و شبہات خیالات وسواسات اور جھوٹی امیدیں ہی اس کے اسلحہ جات
ہیں جو دل میں پہلے ہی موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب شیطان اس کے ہاں
جاتا ہے تو اسے جنگی سامان سے تیار بتیار پاتا ہے۔ اس لئے انہیں کو
اٹھا کر دل پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر انسان کے ہاں اس جنگی سامان کے برابر
یا زیادہ ایمان و اخلاص کا حربہ و سامان بر وقت تیار موجود ہو جس سے وہ
ان کا مقابلہ کر سکے تو شیطان سے انتقام لے سکتا ہے۔ اگر ایمانی حربہ
موجود نہیں تو دشمن حاوی رہے گا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

لیکن جب انسان خود ہی شیطان کو بلا کر اپنے گھر کی چابیاں حوالے کر دے اور اسے اندر داخل کر کے تمام ہتھیار اسے دے دے جن سے وہ اسی پر حملہ کر دے تو انسان خود قابل نفرین و ملامت ہوگا۔

فَلِنَفْسِكَ لُمْ وَلَا تَلُمِ الْمَطَايَا
وَمُتْ كَمَدًا فَلَيْسَ لَكَ اعْتِذَارُ

لہذا سواریوں کو ملامت نہ کیجئے بلکہ اپنے نفس کو ملامت کیجئے اور غم سے مرتے رہئے۔ اب تمہیں عذر کرنے کا حق نہیں رہا

حدیث حارث کے لفظ وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ الخ کی تشریح

اب ہم حدیث حارث کے بقیہ الفاظ کی تشریح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جس میں شیطان سے بچنے کی چیزوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت یحیی علیہ السلام فرماتے ہیں

وَاٰمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

میں تمہیں روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی جماعت میں کستوری کی تھیلی لئے موجود ہو جس کی خوشبو سے سب کا دماغ معطر ہوتا ہے یا ایسا ہی معطر ہو۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے ہاں کستوری کی خوشبو سے کہیں بہتر ہے

آنحضرت ﷺ نے اس روزہ دار کی مثال تھیلی والے سے دی ہے جس میں

کستوری بھری ہو کیونکہ کستوری کی تھیلی آنکھوں سے اوجھل کپڑوں کے نیچے ہوا کرتی ہے جیسا کہ عطاروں اور کستوری جلانے کی عادت ہے بعینہ اسی طرح روزہ دار کا روزہ لوگوں کے مشاہدہ سے مخفی و مستور ہوتا ہے۔ اور حواس ظاہری کے ادراک سے بالا ہوتا ہے۔

روزہ شرعی

رہا یہ کہ صائم یعنی روزہ دار کون ہوتا ہے؟ تو بخوبی جان لیجئے کہ روزہ دار وہ ہوتا ہے جس کے اعضاء وجوارح گناہوں سے زبان کذب و فحش اور جھوٹے کلام سے پیٹ کھانے پینے سے اور فرج زنا سے محفوظ ہوا لہذا جب وہ بولیگا تو زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالے گا جس سے اس کا روزہ مجروح ہو یا کوئی کام کریگا تو ایسا فعل ہرگز نہیں کریگا جس سے روزہ فاسد ہوتا ہو اگر اس نے ایسا کیا تو یقیناً اس کے منہ سے جو کلمہ نکلے گا صالح و فائدہ مند ہوگا علی ہذا القیاس جو عمل کریگا صحیح و درست کریگا۔ لہذا یہ کلمات و اعمال اس خوشبو کی مانند ہیں۔ جو کستوری والے کے پاس بیٹھنے والے کے دماغ کو معطر کرتی ہے بعینہ اسی طرح جو شخص روزہ دار کے پاس بیٹھتا ہے۔ اس کی مجلس سے کچھ نہ کچھ فائدہ لے اٹھتا ہے۔ اور کذب و فجور اور ظلم و جھوٹ سے بچا رہتا ہے۔ یہ ہے روزہ شرعی۔ نہ یہ کہ صرف کھانے پینے سے منہ بند کرلے اور باقی سب کچھ دبائے چلا جائے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ	جو شخص جھوٹ بولے جھوٹ پر عمل کرے
بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ	اور جاہلانہ افعال کو ترک نہ کرے۔ تو خدا

جانا سلف نے پسند فرمایا ہے کیونکہ ابو حاتم نے اپنی صحیح میں بھی اس مسئلہ کے متعلق یوں باب باندھا ہے کہ ذکر البیان بان خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ تعالیٰ من ریح المسک یعنی اس مسئلہ کا بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بگڑی ہوئی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے پھر اعمش کی وہ حدیث لائے ہیں جو بواسطہ ابی صالح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ، وَالصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَلَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ۔ لہ	آدمی کے جملہ اعمال اسی کے ہوتے ہیں لیکن روزہ میرا ہوتا ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دونگا اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی بہتر ہے

لہ اسے بخاری و مسلم وغیرہما نے بالفاظ مختلف روایت کیا ہے "خلوف" بفتح فاء وضم لام کھانا پینا ترک کرنے سے منہ کی خراب بو کا نام ہے۔ اور سفیان بن عیینہ سے عزوجل کے ارشاد گرامی کل عمل بن آدم لہ الا الصوم فانہ لی (یعنی انسان کے تمام عمل اسی کے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ قیامت کے دن جب عزوجل حساب لینگے تو انسان کے تمام عمل ان مظالم کے عوض لوگوں کو دیئے جائینگے جو انسان کے ذمہ ہونگے حتی کہ صرف روزہ ہی باقی رہ جائیگا تو عزوجل اس کے باقی مظالم کو خود اپنے ذمہ لے کر اسے جنت میں داخل کردیگا۔ ابی عبید سے مروی ہے۔ کہ روزہ میں ریا نہیں آتی جیسا کہ دوسرے عملوں میں آجاتی ہے بعض نے اس کا مطلب بتایا ہے کہ میں ہی اس کی جزا دونگا اور صرف مجھے ہی یہ علم ہے کہ اس کے (باقی برصفحہ ۸۲)

الله تعالیٰ فرحتہم بصومہم ۱

سے بھی زیادہ ہوگی اور روزہ دار کے لئے دو

خوشیاں ہوتی ہیں ایک افطاری کے وقت دوسرے جب خدا سے ملاقی ہوگا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دوسری امتوں سے فرق کے لئے مومنوں کی پہچان تحجیل یعنی اعضاء وضو کی چمک سے ہوگی جو دنیا میں وضو کی وجہ سے دھوتے رہے اسی طرح قیامت کو روزہ داروں کی شناخت کے لئے ان کے مونہوں کی بو کستوری سے زیادہ خوشبو میں بدل جائیگی تاکہ وہ اس عمل کی وجہ سے تمام لوگوں سے خود بخود پہچانے جاسکیں جعلنا الله منہم

بعد ازاں ایک اور باب باندھتے ہیں جس کا عنوان ہے ذکر البیان بان خلوف فم الصائم قد یکون الطیب من ریح المسک فی الدنیا

یعنی یہ بیان کہ روزہ دار کے منہ کی بو کبھی دنیا میں بھی کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہوتی

پھر شعبہ کی حدیث لاتے ہیں جو بواسطہ سلیمان ذکوان سے وہ ابوہریرہؓ سے اور ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

کل حسنۃ یعملہا ابن آدم بعشر حسنات الی سبعمائۃ ضعف یقول الله عز وجل الا الصوم فہو لی وانا اجزی بہ یدع الطعام من اجلی والشراب من اجلی وانا اجزی بہ وللصائم فرحتان فرحۃ حین یفطر وفرحۃ

انسان جو نیکی کرتا ہے وہ ثواب میں دس سے سات سو تک چلی جاتی ہیں عزوجل فرماتے ہیں لیکن روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔ میرے لئے کھانا پینا چھوڑتا ہے اور میری خاطر ہی پینا ترک کرتا ہے لہذا میں ہی اس کا بدلہ دونگا اور روزہ دار کے

حین یلقی ربه عز وجل ولخلوف فم الصائم حین یخلف من الطعام اطیب عند الله من ریح المسك۔

لیے دو خوشی ہوتی ہیں ایک خوشی اس وقت جب روزہ افطار کرتا ہے دوسری خوشی جب خدا تعالےٰ سے ملاقات کریگا۔ اور طعام سے فراغت کے وقت روزہ دار کے منہ کی بدبو خدا تعالےٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہوتی ہے۔

اور ابو محمد رح نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں وہ خوشبو قیامت کے روز سے مقید ہے

میں (ابن قیم رح) کہتا ہوں ابو محمد کے اس قول کی شاہد وہ متفق علیہ حدیث بھی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

والذی نفسی بیده ما من مکلوم یکلم فی سبیل الله والله اعلم بمن یکلم فی سبیله الا جاء یوم القیمة وکلمه یدمی اللون لون دم والریح ریح مسك

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خدا تعالےٰ کے راستہ میں زخمی انسان ـــ اور خدا ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوا ہے قیامت کو ایسے خون کی حالت میں ہوگا کہ رنگ خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی

تو اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا ہے کہ مجروح فی سبیل اللہ کے زخم کی بو قیامت کو کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی۔

اور یہ حدیث خلوف فم الصائم والی حدیث کی نظیر ہے کیونکہ

سلہ بخاری و مسلم از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

دنیا میں تو حواس یہی پتہ دیتے ہیں کہ وہ خون ہے، وہ بو ہے۔ ہاں یہ بجا ہے لیکن عزوجل ان دو بو (خون شہید و خلوف صائم) کو قیامت کے دن کستوری سے بدل دے گا

اور شیخ ابو عمرو رحمہ نے ابو حاتم کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جس میں خلوف کو طعام سے فراغت کے وقت سے مقید فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خلوف دنیا میں موجود ہے۔ کیونکہ جب مبتدا لخلوف فم الصائم کو ظرف حین یخلف من الطعام سے مقید کیا گیا۔ تو اس کی خبر اطیب عند اللہ بحالت تقیید کی خبر ہو گی کیونکہ مبتدا کو جب وصف یا حال یا ظرف سے مقید کر دیا جائے تو اس کی خبر بھی تقییدی حالت کی خبر ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو خدا تعالے کے نزدیک فراغت طعام کے وقت ہی ثابت ہوتی ہے۔

ابو عمرو فرماتے ہیں۔ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيَتْ أُمَّتِي فِي شَهْرِ رَمَضَانَ خَمْسًا — میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ چیزیں عنایت کی گئی ہیں۔

پھر اس حدیث کو بیان کرتے چلے گئے اور یہ الفاظ پڑھے۔

وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَإِنَّهُمْ يُمْسُونَ وَرِيحُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ	دوسرے وہ لوگ جو شام کرتے ہیں۔ تو ان کے مونہوں کی بو خدا تعالے کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے

بعد ازاں شارحین نے طیب کے معنی اور طیب کی تاویل کے متعلق جو
کلام کی ہے اسے ذکر کیا ہے کہ طیب کا فلاں معنی ہے اور طیب سے مطلب
روزہ دار کی مدح و ثنا اور اس کے اس فعل پر رضامندی کا اظہار ہے اور یہ
جیسا کہ اکثر شارحین کی یہ عادت ہے کہ وہ بلا ضرورت کثیر کی اس قدر تاویلیں
کرتے پھرتے ہیں گویا تاویلات میں عز و جل کی خاص برکت رکھی ہوئی ہے جس
پر ٹوٹ پڑتے ہیں یا انہوں نے اس کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آخر اس تاویل
کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اطیب عند اللہ من ریح المسک سے مراد فاعل
کی مدح کرنا اور اس کے اس فعل پر اسے شاباش دینا مقصود ہے؟ اور پھر
ایسی تاویل سے فائدہ ہی کیا کہ لفظ اپنی اصل حقیقت سے ہی خارج ہو جائے
اکثر ایسے لوگ کسی لفظ کا خود ہی ایک معنی گھڑ لیتے ہیں بعد ازاں خود ہی مدعی
بن بیٹھتے ہیں کہ فلاں نص کے فلاں لفظ سے یہی معنی مراد ہے جو ہم نے
بیان کیا۔ حالانکہ انہیں یہ پتہ ہے کہ فلاں لفظ کا استعمال اس کے ان معین
کردہ معنوں میں ہوتا بھی ہے یا نہیں؟ اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ لغوی طور
سے یہ لفظ کونسے معنی کا احتمال رکھتا ہے؟ اور یہ واضح امر ہے کہ اس طرح کے
لئے کہ معنی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس بات کی شہادت دینا ہے
کہ شارع علیہ السلام کی کلام کا فلاں فلاں مطلب ہی ہے کیونکہ اگر یہ معلوم ہو
کہ فلاں لفظ فلاں معنی کے لئے موضوع ہے یا عرف شارع میں اس کا یہی معنی
ہے یا عادت مطردہ کی رو سے اس کا یہی معنی ہے یا اس لفظ کا اکثر استعمال
فلاں معنی میں ہی ہوتا ہے یا شارع نے فلاں لفظ کی فلاں تفسیر فرمائی ہے

کرنا تو اس کا ثبوت پیش کرنا ہوگا ورنہ وہ ایک جھوٹی شہادت ہوگی جس کی بولی صورت یہ ہے کہ وہ علم کے بغیر دی گئی ہو۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ لوگ تمام خوشبوؤں سے کستوری کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت نے مثال دے کر سمجھایا کہ خدا تعالٰے کو روزہ دار کے منہ کی بدبو ایسی اچھی لگتی ہے جیسی ہمیں کستوری۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ رہی خدا تعالٰے کی طرف اسے طیب و بہتر سمجھنے کی نسبت۔ تو یہ کوئی نئی نسبت نہیں، بلکہ یقینہ ایسے ہے جیسے ہم اس کی جملہ صفات اور اس کے تمام افعال کو اس کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کو خدا تعالٰے کا طیب سمجھنا مخلوق کے بہتر سمجھنے کے مماثل نہیں۔ جیسا کہ اس کی رضا، غضب کسی چیز سے خوش ہونا۔ کسی کو ناپسند فرمانا کسی سے محبت کرنا کسی کو دشمن جاننا مخلوق کے رضا و غضب، خوشی و کراہت اور حب و بغض کے مماثل نہیں۔ جسطرح اسکے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں اس کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ اس کے افعال مخلوق کے افعال کے مشابہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کے بہتر سمجھنے اور ہمارے بہتر سمجھنے میں کوئی مشابہت نہیں۔

دیکھیے! اللہ تعالٰے کلمات طیبہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی طرح عمل صالح کو پسند فرما کر اوپر اٹھا لیتے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے

اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ (فاطر ع ۲)	کلمات طیبہ اس کی طرف صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو اپنی طرف اٹھا لیتا ہے۔

تو عزوجل کا یہ پسند فرمانا ہمارے پسند کرنے کی طرح نہیں۔

پھر اس کی بنا دلیل بھی رفع اشکال نہیں کر سکتی کیونکہ جو اشکال ہے اس سے شاید یہ
یعنی بندگو خداتعالیٰ کے بہتر سمجھنے میں آتا ہے ویسا ہی خداتعالیٰ کی رضا پر وارد
ہوتا ہے اگر کہے کہ وہ رضا مخلوق کی رضا جیسی نہیں تو جواب دیا جائے گا کہ اچھا
جاننا بھی مخلوق کے اچھا جاننے کی طرح نہیں اور اسی پر آئندہ آنے والے
مسائل کی بنیاد ہے۔

پھر ابو عمرو تقیید قیامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث
میں یوم قیامت کا اس لیے ذکر کیا گیا کہ روز جزا ہے اور اسی دن ہی اعمال
نتیجے بنتے جائیں گے کہ خلوف (منہ کی بدبو) رضا سے آپ کی خاطر بدبو دور کرنے
کے لیے لگائی ہوئی کستوری سے بھی فائق و راجح ہے۔ جیسا کہ اس نے مساجد
اور نماز وغیر عبادت کے لیے بدبو رفع کرنے اور خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ تو
بعض روایات میں روز قیامت کو خصوصاً اسی طرح ذکر فرما دیا جیسا کہ اس آیت
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ (عادیات ع) | یقیناً لوگوں کا رب ان کے متعلق اس
دن (قیامت کے دن) باخبر ہوگا۔
میں خاص فرمایا ہے۔ اور باقیوں میں اس لیے مطلق چھوڑ دیا کہ اس کی اصل
فضیلت دونوں جہان میں ثابت ہے۔

میں (ابن قیم) کہتا ہوں تعجب ہے کتاب ابو محمد کا اس چیز میں رد کرتے
ہیں جس سے انہیں انکار ہے۔ نہ اور کوئی انکار کرتا ہے کیونکہ دنیا میں
استطاعت مذکورہ خداتعالیٰ کا اس بدبو کو دنیا میں بہتر سمجھنا حاصل ہونے
کی تفسیر جو آپ نے روزہ دار کی بارگاہ الٰہی سے مدح و ثنا اور روزہ رکھنے پر رضا

کی رضامندی سے کی ہے وہ تو ایک ایسا امر ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کیونکہ عزوجل نے خود اپنی کتاب یعنی قرآن مجید میں نیز ان احادیث میں روزہ داروں کی مدح وثنا فرمائی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عزوجل کی طرف سے لوگوں کو بیان فرمائی ہیں اور ان کے اس فعل پر اپنی رضا مندی کا اظہار فرمایا ہے۔ لہذا اگر وہ یہی استطابت زبد بو کو بہتر سمجھتا ہے تو کیا آپ شیخ ابو محمد کو اس سے منکر تصور کرتے ہیں؟ انہیں تو اس سے ہرگز انکار نہیں۔ شیخ ابو محمدؒ نے جو ذکر فرمایا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ اس بدبو کی خوشبو کا کستوری کی خوشبو پر فوقیت کا ظہور اس دن ہوگا جس دن خون شہیداں کی خوشبو ظاہر ہوگی اور وہ کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی اور یقیناً اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ظہور قیامت کے روز ہوگا۔ کیونکہ روزہ دار جب اس دن پیش ہوگا تو اس کے منہ کی بدبو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگی جیسا کہ اس دن مجروح وشہید فی سبیل اللہ حاضر ہوگا۔ تو اس کے خون کی مہک کستوری کی طرح ہوگی۔ حالانکہ جہاد روزہ سے افضل ہے تو اگر خون شہید کی مہک کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ تو روزہ دار کی خوشبو کا بھی قیامت کو ہی ظہور ہوگا۔

بیہقی کی حدیث

فَإِنَّهُمْ يُمْسُونَ وَخُلُوفُ أَفْوَاهِهِمْ أَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

وہ شام کرتے ہیں اور ان کے مونہوں کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہوگی

تو یہ جملہ خبریہ نہیں۔ بلکہ حالیہ ہے۔ کہ اس کے (امسا) شام کرنا کی خبر مقترن

يَهَادُ رَجُلُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ | اور اس سے ڈرلیے قیامت کو اس کے درجات بلند کریگا

در یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے قریب ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا۔

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ | زانی زنا نہیں کرتا جبکہ زنا کر تا ہے بلکہ وہ مومن ہو اور شراب نہیں پیتا جس وقت کہ شراب پیتا ہے حالانکہ وہ مومن ہو

ایمان فقط مباشرت و شراب پینے کی حالت میں ہی ایمان مطلق کی نفی کو مقید کرنا مراد نہیں۔ کہ جب مباشرت ختم ہو جائے یا شراب پینے سے فارغ ہو جائے تو پھر اس کی طرف ایمان لوٹ آئے گا۔ اور وہ مومن بنجائے گا بلکہ یہ نفی توبہ تک جاری و مستمر ہے۔ اگر توبہ تک اس نفی کا استمرار نہ رکھا جائے۔ تو خواہ وہ زنا و شراب کا ارتکاب نہ کرے جب تک ان پر اصرار رکھے اور ڈٹا رہے۔ نفی موجود رہے گی۔ نہ مذمت سے بچ سکے گا۔ اور نہ ہی اس سے وہ احکام ٹل سکیں گے جو ان کے ارتکاب سے اس پر مرتب ہوں گے الا یہ کہ توبہ نصوح یعنی سچی توبہ کرلے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ مذکور کے متعلق مصنف کا اہم فیصلہ

مسئلہ ہذا کی نزاع کا فیصلہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ احادیث نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم میں روزہ دار کے منہ کی بدبو کا کستوری کی مانند خوشبو دار ہو جانا دوا ذکر

سے مقید ہے۔ اول قیامت کے دن سے دوم طعام سے فراغت اور
کو افطاری کے وقت سے جن میں قیامت کے دن کا ذکر ہے وہ اس لئے کہ
وقت ثواب اعمال اور اچھے برے عملوں کے نتائج کے ظہور کا اصلی وقت
لہذا اسی وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ خلوف کی بو کستوری کی خوشبو کی مانند
ہے اور اس کے بے شمار نظائر موجود ہیں۔ مثلاً شہید فی سبیل اللہ کا خون
کے دن کستوری کی طرح مہکتا ہوگا۔ قیامت کے دن ہی دل کے اندرونی خفیہ
چہروں پر جھلک رہے ہوں گے تو خفیہ کی بجائے بالکل ظاہر کی صورت اختیار
کر لیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس قیامت کے روز ہی کفار کے کفر کی نجاست و گندگی
بدبو کا پتہ چلے گا اور ان کے چہروں کی سیاہی کا ظہور ہوگا ورنہ آج تو اکثر کفار کے
چہرے آفتاب کی طرح چمکتے دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ (۲) دوسری صورت جس
میں خلوف کا خوشبودار ہونا طعام سے فراغت اور شام کے وقت سے
مقید ہے تو یہ اس لئے کہ یہ عبادت کے اثر کے ظہور کا وقت ہے اور
اسی وقت اس کی خوشبو خدا تعالیٰ اور ملائکہ الٰہی کے نزدیک کستوری سے زیادہ
خوشبودار ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ بو انسانوں کے نزدیک بری ہی کیوں نہ ہو کیونکہ
اکثر ایسی چیزیں موجود ہیں جو بندوں کو بری لگتی ہیں مگر خدا کو محبوب و پسند
ہوتی ہیں و بالعکس نیز کیونکہ لوگوں کو تو وہ طبعی نفرت کے باعث بری
لگتی ہے مگر عزوجل انہیں اس لئے پسند فرماتا ہے اور اس لئے راضی ہوتا
ہے کہ اس کے فرمان اور اس کی رضا و محبت کے موافق ہے۔ لہذا اس کے
نزدیک ایسے ہی اطیب و بہتر ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں کستوری کی

خوشبو بہتر و اطیب ہوتی ہے لیکن جب قیامت کا دن ہوگا تو اس وقت وہاں پر اس کی خوشبو ظاہر ہوگی اور خفیہ کی بجائے علانیہ معلوم ہوگی۔ و علے ہذا القیاس جملہ اچھے بُرے عملوں کے نتائج و آثار سب کا اسی دن ظہور کامل ہوگا، اور آخرت کو ہی علانیہ کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ اور بعض دفعہ عمل میں اس قدر قوت و طاقت موجود ہوتی ہے۔ کہ دنیا میں ہی اس کا کچھ نہ کچھ اچھا برا اثر انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ نظر و فکر دونوں سے مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

اِنَّ لِلْحَسَنَةِ ضِیَاءً فِی الْوَجْہِ، وَ نُوْرًا فِی الْقَلْبِ، وَقُوَّۃً فِی الْبَدَنِ وَسَعَۃً فِی الرِّزْقِ، وَمَحَبَّۃً فِی قُلُوْبِ الْخَلْقِ وَاِنَّ لِلسَّیِّئَۃِ سَوَادًا فِی الْوَجْہِ وَظُلْمَۃً فِی الْقَلْبِ وَوَھْنًا فِی الْبَدَنِ وَنُقْصَانًا فِی الرِّزْقِ وَ بُغْضَۃً فِی قُلُوْبِ الْخَلْقِ۔	نیکی سے چہرے پر نور دل میں روشنی بدن میں قوت۔ رزق میں فراخی ہوتی ہے اور لوگوں کے دل میں آدمی کی محبت بیٹھتی ہے مگر برائی سے چہرہ سیاہ دل میں ظلمت بدن میں کمزوری رزق میں تنگی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں مبغوض ہو جاتا ہے۔

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قول ہے

مَا عَمِلَ رَجُلٌ عَمَلًا اِلَّا اَلْبَسَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی رِدَاءَہٗ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَ اِنْ شَرًّا فَشَرٌّ	ہر عمل کے عوض انسان کو عزوجل اسی قسم کی چادر پہنا دیتا ہے۔ نیک ہوں تو اچھی بد ہوں تو بری چادر پہناتا ہے۔

کر اپنی جان چھڑالے

یہ کلام بھی ایسا ہے جس کا منہ سے نکلنا ہی اس کی دلیل اور خود اس کا اپنا وجود اپنی دلیل ہے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کیونکہ صدقہ میں طرح طرح کی مصیبتوں کو رفع کرنے کی عجیب و غریب تاثیر ہے۔ خواہ فاسق و فاجر ظالم وکافر ہی کیوں نہ کرے کیونکہ صدقہ شئے خدا تعالے انسان سے قسم قسم کے مصائب دور کر دیتا ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے جسے خواص و عوام سب جانتے ہیں اور روئے زمین کے لوگوں کو اس کا اعتراف ہے۔ کیونکہ ان کی تجربہ شدہ چیز ہے

فضائل صدقہ وزکوۃ

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں انس بن مالک کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ الصَّدَقَۃَ تُطْفِیُٔ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ السُّوْءِ

صدقہ غضب الٰہی کو مٹاتا ہے۔ بری موت سے بچاتا ہے

یعنی جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ بعینہ اسی طرح صدقہ غضب الٰہی کو بجھا دیتا ہے اور گناہوں اور خطا کاریوں کو مٹا ڈالتا ہے۔

اور ترمذی میں ہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے آپ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ؟

میں تمہیں مختلف قسم کی نیکیاں نہ بتلا دوں؟

الصوم جنة والصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ الماء النار وصلاة الرجل في جوف الليل شعار الصالحين ثم تلا تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقناهم ينفقون

روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو نماز پڑھنا نیکوں کی علامت ہے پھر یہ آیت پڑھی تتجافیٰ یعنی ان کے پہلو بستر سے علیحدہ ہو جاتے ہیں امید و بیم سے خدا کو پکارتے ہیں اور ہمارے دئے سے خرچ کرتے ہیں

بعض آثار میں ہے

باكروا بالصدقة فان البلاء لا يتخطى الصدقة

صبح سویرے صدقہ کیا کرو کیونکہ کوئی بلا صدقہ سے تجاوز کرکے انسان تک نہیں پہنچتی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ کرنیوالے کو اس شخص سے تمثیل دینا ہی صدقہ کی افضلیت کے لئے کافی ثبوت ہے کہ کسی کو دشمن پکڑ کر گردن اور ہاتھ باندھ کر قتل کرنے کیلئے لے چلے پس لیجا رہا ہو تو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے کیونکہ صدقہ انسان کے لئے عذاب خداوندی سے فدیہ بن جاتا ہے کیونکہ گناہ و خطا کا یہ اثر ہے کہ انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہیں تو صدقہ آکر عذاب الٰہی سے فدیہ بن کر اسے چھڑا لیتا ہے اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا اس میں فرمایا کہ

يا معشر النساء تصدقن ولو من حليكن فاني رأيتكن أكثر

اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیور ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ میں نے

اہل النار دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھی ہیں
گویا آپ نے انہیں ایسی چیز کی ترغیب فرمائی جسے وہ آگ سے بچنے کیلئے اپنی جان کا فدیہ بنا سکیں۔
صحیحین میں عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

عنقریب ہی قیامت کے روز عزوجل تم سے کسی ترجمان کے واسطہ کے بغیر گفتگو فرمانے والے ہیں تو آدمی ہر طرف نظر دوڑائے گا۔ دائیں دیکھے گا تو اس کے عمل بائیں دیکھے گا تو اپنے عمل۔ سامنے دیکھے گا تو سامنے آگ موجود ہوگی تو اس کے ہوش اڑ جائیں گے

لہٰذا آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ آدھی کھجور دے کر۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے

اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا يُنْجِي الْعَبْدَ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَعَ الْاِيْمَانِ عَمَلٌ؟ قَالَ اَنْ تَرْضَخَ

کہ اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کونسا عمل انسان کو دوزخ سے نجات دلا سکتا ہے؟ فرمایا خدا پر ایمان لانا میں نے کہا یا نبی اللہ صلعم ایمان کے

الجَنَّةَ ذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ

داخل کردوں گا۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں

ذُكِرَ لِي اَنَّ الْاَعْمَالَ تَتَبَاهَى فَتَقُولُ الصَّدَقَةُ اَنَا اَفْضَلُكُمْ

مجھے بتلایا گیا کہ اعمال باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں صدقہ کہتا ہے میں تم سب سے افضل ہوں

سخی اور بخیل کی مثال

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے۔ کہ

ضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ اَوْ جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَيْدِيهِمَا اِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بخیل و صدقہ کرنیوالے کی مثال دو آدمیوں سے دی ہے جن پر لوہے کے دو لبادے یعنی زرہیں ہوں جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ سینے اور ہنسلی پر جکڑ دیئے ہوں تو صدقہ کرنیوالا شخص جوں جوں صدقہ کرتا ہے کرتہ کھلتا جاتا ہے

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو زرہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ سخی جب خرچ کرتا ہے تو عزوجل اسے اور دیتا ہے لہذا اس کے ہاں نعمتیں وسیع و وافر ہو جاتی ہیں حتی کہ نعمتوں کے انبار میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن بخیل جب بھی خرچ کرنے لگتا ہے تو اسے بخل مانع اور اندیشہ نقصان خرچ کرنے سے بند کر لیتے ہیں۔ کیونکہ خدا بر لے دنیا و آخرت دونوں کے بدبخت اعتماد نہیں ہوتا۔ لہذا وہ تسلی نہیں پاتی اس لئے عزوجل بھی دنیا و آخرت دونوں جگہ اس پر [illegible] تنگ کر دیتے ہیں۔

انبسطت عنه حتى تخفى انامله
وتعفو اثره وجعل البخيل كلما
هم بصدقة قلصت ولزمت
كل حلقة مكانها قال ابو هريرة
فانا رأيت رسول الله يقول
باصبعه هكذا في جيبه فلو رأيته
يوسعها ولا تتسع

ہی کر پیروں کو اس سے چھپا لیتا ہے اور
بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے
تو کرتہ سکڑ جاتا ہے اور تمام کڑیاں
اپنی اپنی جگہ پھنس جاتی ہیں اور ابوہریرہ
فرماتے ہیں میں نے حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کو اپنے ہاتھوں سے گریبان کو
دیکھا کہ آپ اسے کھولتے ہیں لیکن نہیں کھلتا

چونکہ بخیل احسان کرنے سے محبوس اور نیکی و خیر سے ممنوع اور بند
ہوتا ہے اسے زرہ بھی اسی قسم کی ہوئی کہ اس کا سینہ تنگ ہونے سے بند
ہوتا ہے وہ بیٹھنے سے تنگ اسے اس طرح صدر نہیں ہوتا بلکہ اس کا سینہ
تنگ اس کا بیٹھنا مشکل چھوٹا سا نفس خوشی کم فکر و غم بہت اتنا نہیں
کہ اس کا کوئی بھی کام پورا ہو یا کوئی مطلوب حاصل ہو تو گویا وہ اس شخص
کی مانند ہے جس پر لوہے کی زرہ ہو اور اس کے دونوں ہاتھ اس طرح
گردن سے لگ چکے ہوں کہ ان کا نکالنا اور ہلانا تک مشکل ہو جب بھی وہ
ہاتھ نکالنا چاہے یا کرتہ کو چوڑا کرنا چاہے تو تمام کڑیاں اپنی اپنی جگہ پر
سے پھنس جاتی ہیں۔ علی ہذا القیاس بخیل جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا
ہے تو بخل اسے روک دیتا ہے لہذا اس کا دل جس طرح صدقہ سے پہلے
زندان میں تھا ویسے ہی زندان میں محبوس رہتا ہے لیکن اس کے بر
عکس صدقہ کرنے والا انسان جب صدقہ کرتا ہے تو فرح و سرور سے

اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور دل میں انشراح ہو جاتا ہے تو گویا گرہ کے کھلنے کے قائم مقام ہے۔ لہذا بخیل جو صدقہ کرتا ہے وہ کرتہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور اس کا دل کشادہ ہوتا جاتا ہے خوشی بڑھتی جاتی ہے اور سرور میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر صدقہ میں یہی ایک ہی فائدہ پایا جائے تو اس قابل ہے کہ انسان اس سے بہت بہت فائدہ اٹھالے اور لپک لپک کر اسے حاصل کرلے۔

اور عزوجل فرماتے ہیں

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (تغابن ع ۲)	جو نفس کے بخل سے بچا لیا گیا۔ تو یہی لوگ ہی فلاح یاب ہیں۔

عبدالرحمن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تو عموماً آپ کی عادت مبارک تھی کہ یہی دعا کیا کرتے

رَبِّ قِنِي مِنْ شُحِّ نَفْسِي. رَبِّ قِنِي مِنْ شُحِّ نَفْسِي	خدایا مجھے میرے نفس کے بخل سے بچائیے۔ پروردگار مجھے میرے نفس کے بخل سے محفوظ رکھیے۔

دریافت کیا گیا آپ کو اور کوئی دعا نہیں آتی؟ تو آپ نے جواب دیا

إِذَا وُقِيتُ شُحَّ نَفْسِي فَقَدْ أَفْلَحْتُ	میں اپنے نفس کے بخل سے بچ گیا۔ تو فلاح یاب ہوگیا۔

ويستره عنهم جميعا سخاؤه

اور سخاوت تمام عیبوں پر پردہ ڈالتی ہے

تغط بأثواب السخاء فإنني
أرى كل عيب فالسخاء غطاؤه

سخاوت کا لباس زیب تن کیجیے
کیونکہ سخی تمام عیبوں کی غطا (چادر) ہے

وقارن إذا قارنت حرا فإنما

جب دوستی لگائیں تو کسی بہتر و شریف آدمی
سے لگائیے

يزين ويزري بالفتى قرناؤه

کیونکہ انسان کو بنانے یا بگاڑنے میں
عموماً دوستوں کا ہی ہاتھ ہوا کرتا ہے

وأقلل إذا ما استطعت قولا فإنه
إذا قل قول المرء قل خطاؤه
إذا قل مال المرء قل صديقه

بولیں تو حتی المقدور کم بولیے کیونکہ
جب بھی باتیں کم ہوں گی گناہ بھی کم ہوں گے
مال گھٹ جاتا ہے تو دوست بھی گھٹ جاتے ہیں

وضاقت عليه أرضه وسماؤه

اور اتنی وسعت کے باوجود اس پر زمین
و آسمان تنگ ہو جاتے ہیں

وأصبح لا يدري وإن كان حازما
أقدامه خير له أم وراءه؟

اور تمام چالاکیوں اور عقلمندیوں کے
باوجود حواس باختہ ہو جاتا ہے
کہ آگے بھلائی ہے یا پیچھے

إذا المرء لم يختر صديقا لنفسه

جب انسان اپنے لیے کوئی بہترین دوست
کا انتخاب نہ کرے

فناد به في الناس هذا جزاؤه

تو ایسے شخص کے متعلق اعلان کر دیجیے
کہ اس کی یہی جزا ہے

اَتَحْلِفُ اَنْ تَكُوْنَ بِمَالِكَ مُتَبَرِّعًا وَفِيْ مَالِ غَيْرِكَ مُتَوَرِّعًا	سخی بنے کہ اپنا کچھ دے کر بخاوت لے اور غیروں کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے اور کنارہ کش رہے۔

ابراہیمؑ کے خلیل اللہ بننے کی وجہ

بیں رحافظ ابن قیمؒ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ کو خود یہ کہتے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی طرف وحی فرمائی۔

اَتَدْرِيْ لِمَ اتَّخَذْتُكَ خَلِيْلًا؟ قَالَ لَا قَالَ رَاَيْتُ الْعَطَاءَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنَ الْاَخْذِ	آپ جانتے ہیں میں نے آپ کو اپنا کس لئے خلیل بنایا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں عزوجل نے فرمایا اس لئے کہ آپ لینے کی بجائے دینے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور یہ صفات خداوندی جل جلالہ میں سے ایک صفت ہے۔ کیونکہ وہ دیتا ہے لیتا نہیں کھلاتا ہے کھاتا نہیں اور وہ تمام سخیوں سے بڑا سخی تمام کریموں سے بڑا کریم ہے تمام لوگوں سے وہی اسے زیادہ محبوب ہے جو اپنے کو صفات الٰہیہ کے مقتضیات سے متصف کر لے جو اپنے اندر خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ کریم لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ عالم ہے عالموں سے محبت کرتا ہے۔ قادر ہے بہادروں کو پسند فرماتا ہے جمیل وخوبصورت ہے۔ جمال کو پسند رکھتا ہے ترمذیؒ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ ہمیں محمد بن بشارؒ نے

انہیں ابو عامر نے حدیث سنائی کہ انہیں خالد بن الیاس نے صالح بن حسان
سے یہ مروی کہ میں نے سعید بن مسیب کو یہ کہتے سنا کہ

إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ
يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ
جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ
وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ

اللہ تعالے طیب ہے طیب لوگوں
سے محبت رکھتا ہے نظیف ہے
نظافت پسند ہے کریم ہے کرم کو
پسند رکھتا ہے سخی ہے سخاوت
پسند ہے اپنے گھروں کو ستھرا رکھا کرو اور یہودیوں سے مت مشابہت کرو

صالح بن حسان فرماتے ہیں میں نے مہاجر بن مسمار کو یہ حدیث سنائی
تو فرمانے لگے مجھے عامر بن سعد نے اپنے والد کے واسطے سے حدیث سنائی
اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ حدیث جیسی حدیث سنائی
مگر اس میں یہ الفاظ ہیں فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ اپنے صحنوں کو صاف رکھو یہ
حدیث غریب ہے خالد بن الیاس کو ضعیف کہا گیا ہے

ایضاً ترمذی کتاب البر میں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حسن بن عرفہ
نے ہمیں سعید بن محمد وراق نے بواسطہ یحیی بن سعید اعرج ابی ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِنَ
الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ
مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ
اللّٰهِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ

سخی خدا کے قریب جنت سے قریب
لوگوں کے قریب اور آگ سے دور
رہتا ہے اور بخیل خدا سے دور جنت
سے دور لوگوں سے دور اور

النار بعيد من الجنة قريب من النار ولجاهل سخی احب الی اللہ تعالیٰ من عابد بخیل	دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی عابد بخیل سے محبوب تر ہوتا ہے۔
صحیح حدیث میں ہے کہ ان اللہ تعالیٰ وتر یحب الوتر	خدا تعالیٰ وتر ذاکیلا ہے۔ اور وتر یعنی طاق کو پسند رکھتا ہے۔

اتصاف باوصاف اللہ کی تاکید

اور خدائے سبحانہ وتعالیٰ رحیم ہیں رحمت کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور اپنے مہربان و رحمت کنندہ بندوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ ستیر یعنی خود پردہ ڈالنے والے ہیں۔ اور لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالنے والے کو پسند فرماتے ہیں عفوّ یعنی صاحب عفو ہیں معاف کرنے والے سے محبت رکھتے ہیں غفور ہیں بخشش والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ لطیف یعنی نرمی والے ہیں نرم دل انسان کو پسند فرماتے ہیں اور بدخلق و بد کلام اور تکبر سے بھوں چڑھانے اور جھوٹے فرعون سے بغض و نفرت رکھتے ہیں خود رفیق ہیں رفق و نرمی کو پسند فرماتے ہیں حلیم ہیں حلیم الطبیعت کو دوست رکھتے ہیں برّ یعنی نیکی و احسان کنندہ ہیں نیکی و احسان اور نیکوکار و محسن لوگوں کو پسند فرماتے ہیں عدل یعنی بڑے عادل ہیں عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں قابل المعاذیر یعنی عذر قبول کرنے والے ہیں۔ لوگوں کے

عذر قبول کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں غرضیکہ انسان میں جیسی بھی بالکور
بالاوجودی وعدمی صفات موجود ہوں ویسی ہی اسے جزا دیتے ہیں لہٰذا جو شخص
لوگوں کو معاف کرے عزوجل اسے معاف کر دیں گے جو بخش دے اسے بخش
دینگے جو درگذر کرے اس سے درگذر کریں گے اور جو شخص اپنے حق کے
لیے جھگڑا کرے تو وہ اپنے حق کے لیے جھگڑیں گے کوئی اس کے بدل سے
نرمی کرے اس سے محبت کریں گے جو رحم کرے اس پر رحم کریں گے
جو لوگوں سے سلوک و احسان کرے اس سے سلوک و احسان کریں گے
جو ان پر سخاوت کرے اس پر سخاوت کریں گے جو لوگوں کو نفع دے
اسے نفع دیں گے جو لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرے اس کے عیوب
پر پردہ ڈالیں گے جو معاف کرے اس سے درگذر کریں گے جو لوگوں کے
عیب ٹٹولے اس کا بھانڈا پھوڑ دینگے جو ان کو رسوا و خراب کرے اسے
رسوا کریں گے جو لوگوں سے خیر و بھلائی بند کرے اس سے خیر و بھلائی روک
لیں گے جو خود حق تعالے کی مخالفت کرے عزوجل اس کی مخالفت کریں
گے اور جو خدا تعالے سے مکر کرے عزوجل اس سے مکر کریں گے جو خدا کو دھوکا
دے عزوجل اسے دیں گے تو خدا تعالے اور اس کی مخلوق سے جیسا
برتاؤ بھی معاملہ کریگا دنیا ہی عزوجل اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں معاملہ کریں
گے اچھا کرے تو اچھا معاملہ کریگا برا کرے تو برا کرے گا جو بوئے گا وہی پائے
گے غرضیکہ عزوجل انسان سے اسی طرح پیش آتے ہیں جیسا وہ اس کی مخلوق
سے پیش آئے گا اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی حِسَابَهٗ وَمَنْ اَقَالَ نَادِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَثْرَتَهٗ وَمَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی ظِلِّ عَرْشِهٖ [1]

جو مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے عزوجل دنیا و آخرت میں اسکے عیوب کی پردہ پوشی کریں گے جو کسی مومن کو کسی دنیوی مصیبت سے بچائیگا عزوجل اسے قیامت کی مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ جو تنگدست پر آسانی کریگا عزوجل اس کے حساب میں آسانی کرینگے اور جو نادم کی ندامت دور کریگا تو خدا اس کی لغزشات رفع کریگا اور جو تنگدست کو مہلت دے یا معاف کردے۔ تو عزوجل اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دیگا۔

تنگدست کو مہلت دینے یا معاف کرنے والے کو عزوجل عرش الٰہی کے سایہ میں جگہ دیگا کہ اس نے اس پر مہلت و صبر کا سایہ کردیا۔ مطالبہ کی حرارت اور عجز و تنگی سے ادا کرنے کی گرمی و دھوپ سے بچایا ہے۔ لہذا خدا تعالٰے بھی اسے سورج کی گرمی و حرارت سے بچا کر اپنے عرش

[1] اسے مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ سے لفظ والآخرة تک روایت کیا کے الفاظ بڑھائے ہیں واللّٰهُ فِی عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِی عَوْنِ اَخِیْهِ یعنی جب تک انسان اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے عزوجل اس کی امداد کرتے ہیں امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

کے سایہ میں جگہ دیں گے۔

اسی طرح ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا:

یَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَ لَمْ یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ یَتَتَبَّعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ یَتَتَبَّعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَفْضَحْهُ وَلَوْ فِیْ جَوْفِ بَیْتِهٖ له

اے وہ جماعت جو زبان سے ایمان لا چکی ہیں مگر ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کو ایذا دو اور ان کے عیب کے پیچھے پڑو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا تو عزوجل اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور جس کے عیبوں کے پیچھے خدا تعالے لگ گیا تو وہ گھر میں ہی کیوں نہ گھسا رہے عزوجل اس کے عیوب ظاہر کر کے رسوا کر دے گا۔

لہذا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ آپ خواہ کوئی صورت اختیار کر لیجئے جیسا خدا تعالے اور اس کی مخلوق سے معاملہ رکھیں گے ویسا ہی خدا تعالے آپ سے معاملہ رکھے گا۔ اور جو حالت آپ بدلیں گے وہ بھی بدل دے گا۔

له روایت عبد اللہ بن عمر میں من آمن الخ کی بجائے یا معشر من اسلم بلسانہ ولم یفض الایمان الی قلبہ ہے یعنی اے وہ جماعت جو زبان سے اسلام لا چکے مگر ایک [illegible]

[illegible]

دیکھئے! اہل نفاق نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا۔ مگر دل میں کفر چھپا
رکھا تو عزوجل بھی قیامت کو ان سے ویسا ہی معاملہ کریں گے۔ کہ پلصراط
پر ایک نور ظاہر کرینگے جس سے منافقین یہ سمجھیں گے کہ پلصراط کو عبور کرنا
کچھ مشکل نہیں۔ مگر عزوجل یہ بات ان سے مخفی رکھیں گے کہ آگے چل
کر نور جدا ہوگا اور وہ عبور نہیں کر سکیں گے۔ غرضیکہ جیسا ان کا عمل تھا
اسی جنس اور اسی قسم کا انہیں بدلہ دیا گیا۔

علی ہذا القیاس جو شخص خدا تعالے کے دیے ہوئے علم کے خلاف
عمل کرے یا مسئلہ بتائے تو عزوجل بھی دنیا و آخرت میں اس پر فلاح و
کامیابی کے اسباب ظاہر کریں گے۔ مگر ان کی تہ میں اس کے خلاف
نتیجہ کو مخفی رکھیں گے۔ ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے کہ

مَنْ رَاءٰی رَاءَی اللّٰهُ بِهٖ وَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ	جو دکھاوا کرے خدا اس سے دکھاوا کریگا اور جو سناوا کرے خدا اس سے سناوا کرے گا۔

بہر صورت اس لمبی چوڑی بحث سے مقصود یہ ہے۔ کہ صدقہ کرنیوالے
سخی و کریم انسان کو عزوجل وہ وہ انعامات عنایت کرتا ہے جو بخیل و ممسک
اور کنجوس آدمی کو کبھی نہیں دیتا اور سخی پر طرح طرح کی وسعتیں ہی وسعتیں
در دنیا میں مثلاً وسعت قلب وسعت خلق، وسعت رزق، وسعت نفس
اور اسباب معیشت بھی وسعت دیتا ہے تا اس طرح سخی نے وسعت قلبی سے کام لیا تھا ویسا ہی

انعام بھی [illegible] من یرد اللہ بہ [illegible]

کرتا کل چڑیا اور مکھی کی طرح حقیر و ذلیل بن کر دور جا بیٹھتا ہے۔ اسی لیے
اس کا نام الوسواس الخناس رکھا گیا ہے یعنی دل میں وسواس ڈالنا
ہے جب خدا تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو خنس کرتا ہے یعنی منقبض
ہوتا اور رک جاتا ہے ابن عباس فرماتے ہیں۔

فضائلِ ذکر

مسند احمد میں عبد العزیز بن ابی سلمہ ماجشون سے
روایت ہے وہ زیاد بن ابی زیاد غلام عبد اللہ
بن عباس بن ابی ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ زیاد کو معاذ بن
جبل سے یہ خبر پہنچی انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ عَمَلاً قَطُّ أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

ذکر الٰہی سے زیادتا انسان کے لیے کوئی چیز عذاب الٰہی سے نجات دہندہ نہیں

اور معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟ قَالُوا: بَلَى

میں تمہیں تمام عملوں سے بہتر خدا کے نزدیک زیادہ پسند تمہارے درجات کی رفعت کے بہت بڑے سبب سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور دشمنوں سے لڑ کر مرنے اور مارنے سے بھی بہتر چیز بتاؤں؟ صحابہؓ نے

يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ذِكْرُهُمُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ [له]

کہا ہاں یا رسول اللہ ابتدا سے زیادہ
حق تعالیٰ کا ذکر کرنا

اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لے جاتے راستے سفر کر رہے تھے چلتے چلتے جمدان پہاڑ سے گذرے تو فرمانے لگے یہ جمدان آگیا اور فرمایا

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِيْلَ وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الذَّاكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتُ

مفردون سبقت لے گئے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ مفردون کون لوگ ہیں فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنیوالے مرد و عورتیں

اور سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللهَ تَعَالٰى فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً

جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے اس سے جب لوگ اٹھتے ہیں تو وہ ایسے ہوتے ہیں جیسے گدھے کے مردار سے اٹھے ہیں اور وہ ذکر سے خالی ساعت ان پر حسرت کا باعث رہیگی

له منذری نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابی الفلاح سے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت فرمایا ہے ابن ابی الدنیا ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے حاکم نے اسے صحیح الاسناد بتایا ہے اور بیہقی نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے

ترمذی شریف کی روایت میں ہے

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ	اہل مجلس جس مجلس میں نہ خدا تعالےٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی پیغمبر خدا صلعم پر درود بھیجیں تو وہ ان کے لئے نقص و حسرت کا موجب ہو گی۔

عزوجل چاہے تو بخشدے یا عذاب کرے

اور صحیح مسلم میں اغر ابی مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ ابو ہریرہؓ و ابو سعیدؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شہادت دی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ	ذکر الٰہی کے لئے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں رحمت الٰہی کا سایہ ہو جاتا ہے اور عزوجل اپنی

مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

اور ترمذی میں عبد اللہ بن بشر سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر و نیکی کی بے شمار طور طریق ہیں مگر میں تمام کو ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے کوئی مختصر سی بات بتلائیے کہ میں بھول نہ جاؤں۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ اسلام کے سنن و فرائض تو بے شمار ادا کئے مگر چونکہ عمر زیادہ ہو گئی۔ اس لئے

کوئی ایسی شے بتلا دیجئے جس پر خوب جم جاؤں اور مرتے دم تک اسے قابو رکھوں۔ آپ نے فرمایا

لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا بِذِکْرِ اللهِ تَعَالٰی

تجھے ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہنا چاہئے

نیز ترمذی میں ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ

اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ وَاَرْفَعُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللهِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ؟ قَالَ: اَلذَّاکِرُوْنَ اللهَ کَثِیْرًا قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بِسَیْفِہٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَکَانَ الذَّاکِرُوْنَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَفْضَلَ مِنْہُ دَرَجَۃً

کونسا شخص خدا کے نزدیک قیامت کو افضل و اعلےٰ اور بلند رتبہ ہوگا؟ فرمایا کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے لوگ۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غازی فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ وہ تلوار سے کفار و مشرکین سے لڑتے لڑتے کٹ جائے ہو اور خون سے کیوں نہ رنگین ہو جائے خدا تعالےٰ کا ذکر کرنے والا شخص اس سے کئی درجے بہتر ہے

(حاشیہ صفحہ ۱۱۵) لہ روایت ترمذی باب ما جاء فی فضل الذکر یعنی جو شرائع کہ اسلام کی کثرت سے بھی بہت زیادہ ہو چکی ہے کا لفظ موجود نہیں شاید قلمی نسخوں میں ہو ۱۲

حاشیہ صفحہ ہٰذا لہ ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے ۱۲

اور صحیح بخاری میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَایَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ	خدا کا ذکر کرنیوالے اور نہ کرنیوالے کی مثال زندہ اور مردہ کی مثال سمجھئے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزوجل فرماتے ہیں

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْہُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِذَا اَتَانِیْ مَشْیًا اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً	میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے میں علم کے لحاظ سے اس کے پاس ہوتا ہوں اگر مجھے دل میں یاد کرے تو میں دل میں اسے یاد کرتا ہوں۔ مجلس میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں میری طرف بالشت بھر آئے تو میں ہاتھ برابر

آتا ہوں ہاتھ بھر آئے تو میں دو ہاتھ برابر قریب آتا ہوں چل کر آئے تو میں دوڑ کر آتا ہوں

اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا	جنت کے باغوں سے گذرو تو وہاں سے

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ

پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جنت کے باغ کونسے ہیں؟ فرمایا ذکر الٰہی کے حلقے

ایضاً ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا

اِنَّ عَبْدِیْ کُلَّ عَبْدِی الَّذِیْ یَذْکُرُنِیْ وَھُوَ مُلَاقٍ قِرْنَہٗ

وہ بندہ پورا اعلیٰ ہے جو مرتے دم تک مجھے یاد رکھتا ہے

یہ حدیث ذاکر و مجاہد کے باہمی فرق فضیلت کے متعلق ایک فصل الخطاب ہے کہ ذاکر مجاہد ذاکر غیر مجاہد و مجاہد غافل دونوں سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس ذاکر غیر مجاہد مجاہد غافل سے افضل ہے لہٰذا ذاکروں میں سے وہ ذاکر افضل ہے جو محض تسبیح خوانی ہی نہ رہے بلکہ مجاہد بھی ہو اور مجاہدوں میں سے وہ مجاہد افضل ہے جو صرف مجاہد ہی نہ بنا پھرے ذکر الٰہی کا بھی خاص خیال رکھے جیسا کہ ارشاد باری ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ سورہ انفال ع ۶

ایماندارو جب کفار سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور کثرت سے خدا کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح یاب ہو سکو

دیکھئے! اس آیت میں ذکر کثیر اور جہاد دونوں کو یکجا بیان فرمایا ہے اور فلاح و کامیابی کی امید ہے۔ پھر ذکر کثیر کے متعلق ہی جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے کہ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ

مومنو! خدا کا ذکر کثرت سے کیا کرو

ذکر اکثیرا (احزاب ع ۶)	یاد کیا کرو
دوسری جگہ ارشاد ہے	
وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ (احزاب ع ۵)	کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں
ایک جگہ یوں فرمایا	
فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (بقرہ ع ۲۵)	جب احکام حج ادا کر لو۔ تو خدا کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتے ہو بلکہ اس بھی زیادہ۔

دیکھئے! مذکورہ آیات میں شدت و کثرت سے ذکر الٰہی کی تلقین کی گئی ہے۔ کیونکہ انسان ذکر الٰہی کا سخت محتاج ہے اور ایک لحظہ بھی وہ اس بات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان کا جو لحظہ بھی ذکر الٰہی سے خالی گذرے گا۔ فائدہ مند نہیں۔ نقصان دہ ہوگا اور خدا تعالےٰ کے ذکر سے غافل رہنے کا جو فائدہ ہوا۔ اس سے کئی گنا زیادہ خسارہ ہوگا۔

کسی عارف کا قول ہے کہ انسان ہزار ہا سال خدا تعالےٰ کا ذکر کرنے کرتے صرف ایک لحظہ ذکر کرنے سے رک جائے تو سمجھ لیجیے کہ اتنا حاصل نہیں ہوا جتنا رہ گیا۔

اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ ذکر فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ سَاعَةٍ تَمُرُّ بِابْنِ آدَمَ لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا إِلَّا تَحَسَّرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

انسان پر جو ساعت ذکر الٰہی سے خالی گذری وہی قیامت کو حسرت کا موجب ہوگی۔

اور معاذ بن جبلؓ سے مرفوعاً مذکور ہے کہ

لَيْسَ يَتَحَسَّرُ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهَا

اہل جنت کو اس ساعت کے سوا کسی چیز کا افسوس نہیں ہوگا جو ذکر الٰہی سے خالی گذرگئی۔

اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كَلَامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيْهِ لَا لَهُ إِلَّا أَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهْيًا عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور ذکر الٰہی کے علاوہ انسان کا ہر کلام اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔ اور اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ أَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

کون سا عمل خدا تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا مرتے دم تک ذکر الٰہی میں انسان کا رطب اللسان رہنا عمل کو زیادہ محبوب ہے

زنگ دل اور اس کی صیقل

ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے

لِكُلِّ شَيْءٍ جِلَاءٌ وَاِنَّ جِلَاءَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

ہر شے کیلئے کوئی نہ کوئی چمکانے والی چیز موجود ہے اور دلوں کو چمکانے والی چیز خدا تعالے کا ذکر ہے۔

بیہقی نے مرفوعاً عبداللہ بن عمر سے حدیث ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَاِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمَا مِنْ شَيْءٍ اَنْجٰى مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ قَالَ وَلَوْ اَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهٖ حَتّٰى يَنْقَطِعَ

ہر شے کے لیے صیقل ہے۔ دلوں کی صیقل ذکر آلہی ہے عذاب آلہی سے بچانے کیواسطے انسان کیلئے ذکر آلہی سے زیادہ کوئی چیز موجب نجات نہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا خواہ تلوار مارتے مارتے خود ہی شہید پرزہ پرزہ کیوں نہ ہو جائے

بلاشبہ جس طرح تانبا پیتل اور چاندی وغیرہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں اسی طرح دل بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا زنگ ذکر آلہی سے دور ہوتا ہے۔ کیونکہ ذکر آلہی دل کو شیشے کی مانند صاف و روشن کر دیتا ہے ذکر آلہی ترک کر دیا جائے تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ جب شروع کر دیا جائے تو دل کو چمکا دیتا ہے۔

دل کو دو چیزیں زنگ آلود اور دو چیزیں روشن و مصفا کرتی ہیں

دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے غفلت اور گناہ سے اور دو
ہی چیزوں سے صاف و روشن اور چمکدار ہوتا ہے استغفار اور ذکر الٰہی
سے لہٰذا جس کے اکثر اوقات ذکر الٰہی سے غفلت و سستی میں گذریں
اسی قدر اس کے دل پر زنگ کے تودے جم جاتے ہیں اور تہیں بیٹھ
جاتی ہیں جب دل کا آئینہ ہی زنگ آلود و سیاہ ہو گیا تو اس میں صور معلومات
اپنی اصل صورت پر دکھائی نہیں دے سکتے اس لیے باطل اسے
حق کی صورت میں اور حق باطل کی صورت میں نظر آتا ہے کیونکہ زنگ
کے تودوں نے شیشہ دل کو کالا سیاہ کر دیا ہے تو اس سے حقائق اصلی
صورت پر کیسے نظر آئیں؟ یہی وجہ ہے کہ جب دل پر زنگ کی تہیں جم
جائیں اور کالا سیاہ ہو جائے اور ران[1] بڑھ جائے تو اس کے تمام

---

[1] ارشاد الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
(تطفیف ع) ابن جریر نسائی ترمذی اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ
فِيْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ مِنْهَا صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى
كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یعنی انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس
کے دل پر سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے جو توبہ کرنے سے اٹھ جاتا ہے اور نورانی رہتا (۱۲)

نفوذات وجملہ ادراکات خراب و فاسد اور بگڑ جاتے ہیں لہٰذا اس میں
قبول حق کی صلاحیت رہتی ہے نہ انکار باطل کی قابلیت۔ اسی لئے نہ وہ
حق کو قبول کرتا ہے اور نہ باطل کو بُرا مانتا ہے اور یہ دل پر سب سے
بڑی آفت ہے۔

اور اس کا اصل منبع ہے غفلت و اتباع خواہشات جو ایک طرف نور
قلب سلب کرتی ہیں تو دوسری طرف آنکھوں کی بینائی زائل کر دیتی ہیں
لہٰذا غافل و مریض خواہشات دل کا بھی اندھا ہوتا ہے اور چشم بصیرت سے
بھی کور ہوتا ہے ارشاد خداوندی ہے

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (کہف۔ ع۴)

اس شخص کی مت پیروی مت کر جس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو چکا اور وہ خواہشات کا بندہ بن گیا ہے اور اس کے جملہ کام افراط و تفریط سے لبریز ہیں۔

مرشد ربانی کے اوصاف اور پیر مرید کے فرائض

لہٰذا انسان جب کسی کو مقتدا بنانا چاہے تو پہلے یہ پوری طرح

(بقیہ صـ۱۲۲) کرنے اور گناہ میں زیادہ انہماک سے زیادہ ہو جاتا ہے اسی لئے عزو جل نے فرمایا کہ اور کوئی وجہ نہیں ان کی اپنی بداعمالیوں سے ہی ان کے دلوں پر زین یعنی غفلت کے پردے پڑ گئے ہیں حسن بصری فرماتے ہیں "ذین" یہ ہے کہ گناہ پر گناہ کئے جائیں حتی کہ دل اندھا ہو کر مرجائے ۱۲

دیکھ لینا چاہئے کہ وہ مقتدا اہل ذکر ہے یا ذکر الٰہی سے غافل ہے اور اس پر خواہشات کی حکمرانی ہے یا وحی رحمانی کا تسلط ہے اگر خواہشات کی حکمرانی ہو تو یہ ذاکر نہیں ایک غافل انسان ہے جس کا تمام کام افراط و تفریط سے مملو ہے۔ اس لئے اس سے دور رہنا چاہئے

فُرُطًا کے کئی ایک معنی ہیں۔ اول تضییع یعنی ضروری و لابدی امر کو ضائع کر دینا جس پر انسان کی رشد و فلاح کا دارومدار ہو دوم اسراف و افراط سوم اہلاک یعنی ہلاکت و تباہی میں ڈالنے والا چہارم خلاف حق مگر تمام کا معنی و مطلب قریب ہی ہے

غرضیکہ جس میں یہ جملہ صفات موجود ہوں اس کی اقتدا و پیروی کرنے سے عزوجل نے منع فرما دیا ہے۔ اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنے شیخ و مقتدا اور متبوع کو غور سے دیکھ لے۔ اگر وہ اسی مذاق اور اسی جنس کا آدمی ہے تو فوراً دور ہو جائے۔ اگر اس پر ذکر الٰہی اور اتباع سنت کا غلبہ ہو اس کے تمام کام افراط و تفریط سے خالی ہوں اور امور شرعیہ میں ہوشیار و چالاک و چست ہو تو دوڑ کر اس کی رکاب تھام لے اور اس کے جملہ احکام پر مضبوطی سے کاربند ہو جائے۔

غرضیکہ ذکر کے بے شمار فوائد ہیں اور زندہ و مردہ انسان میں صرف ذکر کا ہی فرق ہے ذکر کرتا ہے تو زندہ ورنہ مردہ ہے سند میں مرفوع حدیث ہے کہ

خدا کا اس قدر ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگ جائیں	اُذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ

باب اول

فوائد ذکر

ذکر الٰہی میں سو سے زیادہ فوائد ہیں (چند حسب ذیل ہیں)

نمبر ۱. ذکر الٰہی شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

نمبر ۲ ذکر الٰہی خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا باعث ہوتا ہے۔

نمبر ۳ دل کے تمام غم و فکر قلبی پریشانیوں کو دفع کرتا ہے۔

نمبر ۴ دل میں فرح و سرور انبساط اور عیش و خوشی پیدا کرتا ہے۔

نمبر ۵ دل اور بدن کو طاقت بخشتا ہے۔

نمبر ۶ دل کو روشن اور چہرے کو نورانی کرتا ہے۔

نمبر ۷ کشائش رزق کا موجب ہے

نمبر ۸ ذاکر کو رعب و ہیبت، لذت و حلاوت، اور عز و وقار کا لباس پہناتا ہے

نمبر ۹ اس سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جو اسلام کی روح۔ آسیائے ملت کا قطب اور سعادت و نجات کا مدار ہے اور عزوجل نے ہر چیز کا کوئی سبب بنا دیا ہے۔ اور محبت کا سبب و وسیلہ ذکر الٰہی کی مداومت ہے جوں جوں ذکر میں اضافہ ہوگا۔ توں توں محبت الٰہی بڑھتی جائے گی۔ لہذا محبت الٰہی کے طالب و خواہشمند کو تمام علائق توڑ کر ذکر الٰہی پر ٹوٹ پڑنا چاہیے

اور صلوٰۃ سے زیادہ شوق و رغبت اور توجہ و انہماک سے ادا کرنا چاہیئے ۔
کیونکہ جس طرح علم درس و مذاکرہ اور تکرار سے بڑھتا ہے اسی طرح کثرت
ذکر سے محبت الٰہی بڑھتی ہے جس طرح درس و تکرار علم کا دروازہ ہے اسی
طرح ذکر الٰہی محبت کا دروازہ محبت کا شارع اعظم اور صراط اقوم
سیدھا راستہ ہے

نمبر ۱ ذکر الٰہی سے محاسبہ نفس کا مادہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ذکر ذاکر کو
باب الاحسان یعنی دروازہ احسان کے اندر داخل کر کے دم لیتا
ہے جہاں پہنچ کر وہ خدا کی اس طرح عبادت کرتا ہے گویا خدا تعالیٰ کو بچشم
خود دیکھ رہا ہے۔ مگر یاد رکھئے! جس طرح کوئی شخص دھرنا مار کر بیٹھ رہنے
سے گھر تک نہیں پہنچ سکتا۔ بعینہٖ اسی طرح کوئی شخص ذکر الٰہی سے غافل
بیٹھ کر مقام احسان تک نہیں پہنچ سکتا

نمبر ۲ ذکر الٰہی سے انابت حاصل ہوتی ہے۔ انابت کہتے ہیں رجوع
الی اللہ کو۔ تو انسان جب ذکر الٰہی کی وجہ سے خدا کی طرف زیادہ رجوع
کرے گا۔ اسی قدر اس کا دل تمام حالات تمام معاملات اور تمام
کاروبار میں خدا تعالیٰ کی جانب پھرے گا خدا کی طرف متوجہ ہوگا اور صرف خدا
تعالیٰ کو ہی اپنا مربی تصور کرے گا حتیٰ کہ صرف ایک خدا ہی اس کا ملجا و ماویٰ
خدا ہی اس کی جائے پناہ ہوگا خدا ہی تمام مصیبتوں پریشانیوں میں اس کا
دستگیر ہوگا اور خدا ہی اس کا مرجع دعا اور قبلہ و کعبہ دل ہوگا ۔ اور
نزول مصائب و بلیات کے وقت صرف ایک خدا ہی کو پکارے گا

عادی بلکہ بار بار و پختہ کار ہو جائے گا۔

نمبر ۱۲ ذکر الٰہی تقرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے جس قدر ذکر الٰہی میں لو ہوگی اسی تناسب سے قرب زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر غفلت زیادہ ہوگی اسی قدر بعد ہوگا۔

نمبر ۱۳ ذکر الٰہی سے انسان پر معرفت کے بڑے بڑے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جس قدر زیادہ کرتا ہے۔ اسی قدر معرفت میں بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ معرفت الٰہی کا سب سے بڑا عارف اعظم بن جاتا ہے۔

نمبر ۱۴ ذکر الٰہی دل میں خدا تعالیٰ کی ہیبت و عظمت اور عزت و جلال کا سکہ بٹھاتا ہے۔ کیونکہ ذاکر کے دل پر خدا تعالیٰ کا انتہائی غلبہ و استیلا چھا چکا ہوتا ہے اور وہ پوری طرح حضور قلب سے خدا کی طرف متوجہ ہوا ہوتا ہے۔ مگر ایک غافل اللہ کہ انسان کی یہ حالت بالکل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے دل پر ہیبت الٰہی کا محض معمولی اور باریک سایہ پڑا ہوتا ہے

نمبر ۱۵ خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے سے عزوجل آسمانوں میں اس کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ | تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔

اور ذکر میں اگر یہی ایک صفت تذکرۂ الٰہی موجود ہو تو اس کے لئے یہی شرف و فضیلت کافی ہے چہ جائیکہ دیگر اوصاف حسنہ اس میں مرکوز ہوں چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ عزوجل فرماتے ہیں۔

مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ

جو مجھے دل میں یاد کرے میں اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو کسی مجلس میں مجھ کو یاد کرے میں اس کا ایسی مجلس میں تذکرہ کرتا ہوں جو اس سے بھی بہتر ہیں

نمبر ۶ ذکر الٰہی حیات قلبی کا موجب ہے۔ جوں جوں انسان ذکر الٰہی کرتا ہے اس کے دل میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ ابن قیم نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ سے سنا فرماتے دل کے لئے ذکر ایسا ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی تو بتلائیے پانی سے جدا ہونے پر مچھلی پر کیا گذرتی ہے؟

نمبر ۷ ذکر دل اور روح دونوں کی غذا ہے۔ انسان کو جب ذکر الٰہی کی خوراک نہ ملے تو وہ اس جسم کی طرح بیکار و ناکارہ ہو جاتا ہے جس کی خوراک بند کر دی جائے۔ تو وہ کسی کام کا نہیں رہ جاتا

شیخ الاسلام کا مقولہ

ایک دفعہ مجھے (ابن قیم کو) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھی پھر وہیں بیٹھ کر تقریباً دوپہر تک ذکر الٰہی کرتے رہے ذکر سے فارغ ہو کر بندہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے یہ تو میرا ناشتہ ہے اگر یہ ناشتہ نہ کھاؤں تو یقیناً میری قوت سلب ہو جائے۔ ایک دفعہ فرمایا بعض دفعہ میں اپنے نفس کو دم دینے کے لئے فارغ سے آرام سے لیتا ہوں کہ دوبارہ پوری

مستعدی سے کرسکوں"

نمبر ۱۸ ذکر دل کا زنگ اتار دیتا ہے جیسا کہ سابقاً حدیث شریف میں بیان ہو چکا ہے۔ ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے اور دل کا زنگ غفلت و ہوا اور خواہش نفسانی ہے اور اس کی جلاء ذکر الٰہی اور توبہ و استغفار ہے

نمبر ۱۹ ذکر الٰہی تمام گناہوں اور بدیوں کو محو کر دیتا ہے۔ کیونکہ ذکر تمام نیکیوں سے اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اور نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں

نمبر ۲۰ انسان و خدا تعالےٰ کی باہمی بیگانگی و بے ربطی کو زائل کرتا ہے کیونکہ غافل انسان اور خدا تعالےٰ کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہوتا لہٰذا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو باہمی رابطہ و تعلقات کو استوار رکھ سکتی ہے۔

نمبر ۲۱ ذکر خدا تعالےٰ کا جن کلمات جلالت اور تسبیحات و تحمیدات سے ذکر کرتا ہے وہی اذکار مصائب و تکلیف کے وقت اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے مسند احمد میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔

اِنَّ مَا تَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يُذَكِّرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ

ہیبت و جلال خداوندی سے جو تم اس کی تہلیل و تکبیر اور تحمید کرتے ہو وہ حاملِ عرش الٰہی کے گرد گھومنے لگ جاتی ہیں اور شہد کی مکھیوں کی طرح آواز کرتی اور اپنے ذاکر کو یاد کرتی

الٰہی سے نجات دہندہ ہو۔

نمبر ۲۴ ذکر الٰہی کے باعث ذاکر پر عزوجل کی جانب سے آرام و سکینت نازل ہوتی ہے۔ اسے رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے۔ اور اس کے گرد رحمت الٰہی کے فرشتے پرے کے پرے باندھ کر گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

نمبر ۲۵ ذکر الٰہی زبان کو چغلی و غیبت جھوٹ و بکواس اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ کیونکہ آخر کلام تو کرنا ہی ہوتا ہے۔ اگر زبان سے ذکر الٰہی اور تبلیغ احکام نہ کرے، تو کبھی جائز بات کہے گا۔ اور کبھی ناجائز بلکہ بسا اوقات حرام، فسق و فجور و بیہودہ بکواسات کہے گا جس سے زبان کو محفوظ رکھنا ازبس ضروری ہے اور وہ محض خدا کا ذکر اذکار کرنے سے ہی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور تجربہ و مشاہدہ دونوں اس پر شاہد ہیں۔ لہٰذا جس نے زبان کو ذکر الٰہی کا عادی بنا لیا۔ اس نے اپنی زبان کو ہر قسم کے باطل و بیہودہ لغویات اور بکواسات سے محفوظ کر لیا۔ مگر جس کی زبان ذکر الٰہی سے خشک ہو جائے تو ہر لغو و باطل اور فحش میں تر رہے گی۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

نجات دہندہ ہونے کے لیے طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا اور اس کی ہر دو اسناد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ نیز اسے مالک و ترمذی نے اسناد سے روایت کیا ہے

لا شريك له له الملك وله الحمد
وهو على كل شيء قدير في يوم
مائة مرة كانت له عدل
عشر رقاب وكتبت له مائة
حسنة ومحيت عنه مائة
خطيئة وكانت له حرزا من
الشيطان يومه ذلك حتى
يمسي ولم يأت احد افضل
مما جاء به الا رجل عمل اكثر
منه ومن قال سبحان الله
وبحمده في يوم مائة مرة
حطت خطاياه وان كانت
مثل زبد البحر

وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی
کل شیء قدیر پڑھے۔ تو اسے دس غلام
آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اور سو نیکیاں
لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کر دی
جاتی ہیں اور صبح سے شام تک وہ تمام
دن شر شیطانی سے محفوظ و مصئون
رہتا ہے اور اس کے اعمال سے بڑھ کر
کسی کا عمل افضل و اعلی نہیں ہوتا
الا اینکہ اس سے بڑھ کر کوئی عمل
کرے اور جو شخص دن میں سو مرتبہ
سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے
تمام گناہ خواہ وہ کف سمندر سے
بڑھ کر کیوں نہ ہوں سب معاف
ہو جاتے ہیں۔

نیز صحیح مسلم میں ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا

لان اقول سبحان الله و
الحمد لله ولا اله الا الله و
الله اكبر احب الي مما طلعت

جملہ کائنات کی بجائے جن پر سورج
طلوع ہوتا ہے مجھے سبحان اللہ و
الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا

دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرْضِيَهُ	کے دین ہونے پر اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر دل و جان سے رضامند ہوں"، تو خدا تعالےٰ

پر حق ہو جاتا ہے کہ اسے راضی کر کے چھوڑے۔

نیز ترمذی شریف میں ہے۔

مَنْ دَخَلَ السُّوْقَ فَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ اَلْفَ اَلْفِ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ	جو شخص بازار داخل ہوتے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت و ہو حی لا یموت بیدہ الخیر و ہو علی کل شئی قدیر کہے۔ تو عز و جل اس کی دس لاکھ نیکیاں درج کر لیتے ہیں۔ دس لاکھ برائیاں محو کر دیتے ہیں اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کرتے ہیں۔

(۴) ذکر الٰہی سے خدا انسان کو کبھی نہیں بھولتا

ذکر الٰہی و یاد خدا پر مداومت سے انسان خدا کو کبھی نہیں بھولتا اور خدا تعالےٰ کو بھول جانا ہی انسان کے لئے اس کی دنیا و آخرت، معاش و معاد میں انتہائی تنفادت و بدبختی کا سبب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو بھلا دینا خود انسان کے

ہونے سے مقام انتہا تک پہنچ گئے۔ تمام مصالح ضائع ہونے اور ہلاکی و بربادی، ناکامی و نامرادی اور ہلاکت و خسران کے اسباب و علائق نے پوری طرح اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان تمام نقصانات سے بچنے کا واحد ذریعہ خدا تعالےٰ کی دوامی یاد۔ ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی و وابستگی اور ہر وقت یادِ خدا میں رطب اللسان رہنا۔ انسان کو چاہئے کہ یادِ الٰہی کو اپنی زندگی و حیات کا لازمی جز نہیں بلکہ خود اسی کو حیات و زندگی تصور کرے جس کے سوا انسان کو کچھ چارہ نہیں اور اسے غذا کے قائم مقام سمجھے جس کے فقدان سے جسم کی تباہی و بربادی یقینی ہوتی ہے۔ ہاں شدتِ پیاس و تلخی کے وقت اسے آبِ خنک سردیوں اور گرمیوں کا لباس۔ انتہائی جاڑے اور لوؤں سے بچنے کی جھونپڑی سمجھے

بندۂ خدا کے لئے ضروری ہے کہ ذکر الٰہی کو ان تمام چیزوں کے قائم مقام بلکہ ان سے اعظم و اعلیٰ خیال کرے۔ کیونکہ کہاں روح و قلب کی خرابی و ہلاکت؟ اور کہاں بدن کی خرابی و بربادی؟ بدن کی خرابی و ہلاکت یقینی و ابدی نہیں مگر بعد از خرابی بسیار پھر بھی قابلِ اصلاح ہے لیکن روح و قلب کی موت کے بعد تو اس کی صلاح و فلاح کی امید بھی مفقود اور ناممکن ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور ذکر و دوام ذکر میں محض یہی ایک منافع جملہ فوائد سے کافی ہے کیونکہ جو حق تعالےٰ کو بھلا دے خدا تعالےٰ دنیا میں اس سے اس کا

کیا تھا ان پر عمل کیا۔ اسی طرح آج تجھے بھی عذاب میں دھکیل کر فراموش کر دیا جائیگا اور اعراض عن الذکر میں ذکر کے اعراض کو بھی شامل ہے۔ جو عز وجل نے نازل فرمایا۔ ذکر منزل من اللہ پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ عز وجل کی نازل کردہ کتاب کے احکام کا خیال رکھا جائے۔ غرضیکہ عز وجل کی یاد سے اعراض اور اس کی کتاب اس کے اسماء، اس کی صفات اس کے اوامر اور اس کی نعمت و انعامات سے اعراض سب کا مطلب ایک ہے اور وہ ہے اعراض عن ذکر اللہ کیونکہ ان تمام چیزوں سے اعراض۔ اعراض عن کتب اللہ کے تحت اور تابع ہے

وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت شریفہ میں ذکر کا لفظ یا مصدر مضاف بجانب فاعل ہے۔ یا مضاف باضافت اسماء محضہ۔ اور اعراض عن کتاب اللہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ نہ اس کی تلاوت کرے نہ اس میں تدبر کرے۔ نہ اس پر عمل کرے۔ اور نہ اس کے فہم و مطالب کو جتے کیونکہ اس کی حیات و زندگی۔ عیش و معیشت برابر اس پر وبال و مصیبت ہوگی ان کی گذران تنگ اور مصائب سے لبریز ہوگی اور ضنک تنگی و شدت اور تکلیف و مصیبت کا نام ہے یہاں معیشت کو مبالغۃً ضنک کا موصوف بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اور اس تنگ زندگی کی عذاب برزخ سے بھی تفسیر کی گئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دنیوی معیشت کو بھی شامل ہے۔ اور برزخی حالت کو بھی کیونکہ برزخی حالت میں انسان دنیا و برزخ دونوں جہان کی تکلیف برداشت کرتا

ہے اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈال کر فراموش کیا جائے گا۔ مگر یاد رہے بدبخت لوگوں کا حال ہے لیکن اہل سعادت و فلاح کا حال اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کی دنیوی زندگی بھی طیب و اعلیٰ اور رزق بھی طیب و پاکیزہ اور اعلیٰ درجے کی ہوگی اور آخرت میں تو ثواب سب کے لئے سے سب سے افضل و اعلیٰ ہوں گے کوئی ان کا ہمسر نہیں ہو سکے گا۔

عز و جل کا ارشاد ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (نحل ع ۱۳)	جو مرد و عورت بحالت ایمان عمل صالح کرے تو اسے ہم طیب اور بہترین زندگی عنایت کریں گے

یہ تو ہے دنیا میں ہی بہتری۔ و آخرت تو اس کے متعلق ہے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (نحل ع ۱۳)	اور ہم انہیں ان کے عمل سے بہتر بدلہ دیں گے

پھر ایک جگہ ارشاد ہے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (نحل ع ۶)	مظلومی کے بعد جو مہاجر فی سبیل اللہ ہوئے۔ ہم انہیں اس دنیا میں بھلائی عطا کریں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اگر وہ جانتے ہوں)

(یہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

نیز فرمایا

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ہود ع)	مجھ سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ دیگا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عنایت کریگا۔

(یعنی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

ایک جگہ فرمایا

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّکُمْ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (زمر ع ۲)	کہدو کہ خدا کے ایماندار بندو اپنے رب سے ڈرو نیکی کرنے والوں کے لئے دنیا میں بھی نیکی ہے اور خدا کی زمین کشادہ ہے اور صابر لوگوں کو ان کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائے گا۔

(یعنی دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے)

محسنین کے لئے دو جزائیں

تو یہ چار مقام ہیں جن میں عز و جل نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل و احسان سے محسنین کو ایک نہیں دو جزائیں مرحمت فرمائیں گے ایک دنیا میں دوم آخرت میں۔ اور جس طرح سیئات و برائی کی جزا معجل و مزید ہے اسی طرح نیکی و احسان کی بھی جزا معجل و مزید ہے محسن کو احسان کے عوض محض انشراح صدر کشادگی قلب اپنے رب کے ساتھ معاملہ کرنے میں سرور و لذات عز و جل

کی طاعت و فرمانبرداری خدا کی یاد۔ اور خدا تعالیٰ کی یاد و محبت سے
روح کی جو تسکین و بالیدگی حاصل ہو جاتی ہے تو کافی ہے پھر ذکر الٰہی سے جو فرحت
حاصل ہوتی ہے وہ اس خوشی و مسرت سے کہیں زیادہ ہے جو بادشاہ
کے کسی مقرب کو اپنے جلال اور مہربان بادشاہ سے حاصل ہوتی ہے اسی
طرح کسی بدکار شخص کو سینہ کی تنگی دل کی قساوت قلبی سیاہ دلی
رنج و ملال غم و اندوہ اور خطرہ و خوف حاصل ہو تو وہی کافی ہے اور یہ
ایک ایسا امر ہے جس میں کسی انسان سے اور نہ احساس و حیات رکھنے
والے کے لئے شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ تمام رنج و ملال
غم و اندوہ اور جملہ مصائب عقوبات عاجلہ اور دنیا میں دوزخ ہیں مگر اس
کے برعکس توجہ الی اللہ انابت الی اللہ حب للہ بغض فی اللہ اور محبت
الٰہی سے دل کا بھرپور ہونا ذکر الٰہی سے والہانہ شیفتگی و شغف اور
معرفت الٰہی سے فرح و سرور اور مسرت حاصل ہونا یہ تمام ثواب
عاجل نقد ثواب اور دنیا میں جنت ہے اور یہ وہ عیش و نعمت
ہے جس سے شاہانہ عیش کو قطعاً ذرہ برابر بھی نسبت نہیں

دنیا میں جنت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرمایا کرتے تھے
دنیا میں بھی جنت ہے جو شخص دنیوی
جنت میں داخل نہ ہوا وہ اخروی جنت میں بھی داخل نہیں ہوگا

شیخ الاسلام کا مقولہ آپ کی اسیری اور مختصر حالات

ایک دفعہ مجھ سے (ابن قیم) کو فرمایا

دشمن میرا کیا بگاڑ لیں گے، میری جنت تو میرے سینے میں ہے، جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوتی ہے، یعنی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوتی، قید میری خلوت، قتل میرے لیے شہادت ہے اور جلاوطنی میری سیر و سیاحت ہے۔"

قلعہ کے اندر قید میں فرمایا کرتے

"اس نعمت (قید و بند) کے شکرانہ میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس قدر نثار کرنے کو بالکل حقیر و قلیل تصور کرتا ہوں" یا یوں فرمایا دشمنوں نے مجھے قید و بند میں ڈال کر جو مجھ پر احسان کیا ہے اور جو میرے لئے خیر و بھلائی کے اسباب مہیا کر دئے ہیں میں ان کا عوض ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

ایام حبس میں سجدہ کے اندر کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے، کہ

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ — خدایا! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت میں میری اعانت و دستگیری فرما۔

ایک دفعہ مجھے فرمانے لگے

"محبوس وہ نہیں جو قید ہو جائے، محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے رک جائے اور محجوب ہو جائے۔ اور اسیر وہ نہیں جو گرفتار ہو جائے، اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے۔"

گرفتار ہو کر جب قلعہ میں داخل ہوئے اور قلعہ کی دیوار کے اندر پہنچ گئے، قلعہ کو دیکھ کر فرمانے لگے واہ کیا مزے کی کہی:

فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ (حدید ع)

ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی طرف عذاب ہے

اور خدا ہی جانتا ہے کہ آجتک مجھے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو بحالت قید مجھے ان سے زیادہ طیب عیش اور خوش باش بسر اوقات کرتا نظر آیا ہو حالانکہ وہ قید جیل میں از حد ضیق العیش اور تنگی سے دن بسر کرتے تھے جہاں آرام و آسائش اور نعمت و رفاہیت کا نام تک نہیں تھا بلکہ ان کی اضداد کا دور دورہ تھا آپ جیل کے اندر ٹھونسے ہوئے تھے اور اس قدر انتہائی تہدید و ایذا رسانی کا سلوک کیا جاتا تھا کہ دن کاٹنے مشکل تھا اس کے باوجود وہ تمام لوگوں سے زیادہ طیب العیش سب سے زیادہ منشرح الصدر سب سے زیادہ مضبوط دل اور تمام لوگوں سے اسقدر زیادہ خوش دل نظر آتے کہ نعمت کی تازگی اور ذوق کے آثار انکے چہرہ پر نمایاں دکھائی دیتے علی ہذا القیاس جب خطرات و وحشت کی گھٹائیں ہم پر چھا جاتیں اور چاروں طرف سے خطرناک حالات میں گھر کر دل چھوٹ بیٹھتے اور طرح طرح کی بدگمانیوں کا ہمارے دل میں تانتا بندھ جاتا اور اس قدر وسعت و کشادگی کے باوجود جب زمین بھی ہم پر تنگ ہو جاتی تو ہم فوراً آپ کے پاس آتے آپ کو دیکھتے اور آپ کا کلام سنتے ہماری تمام پریشانیاں کافور ہو جاتیں تمام بدگمانیاں رفع ہو جاتیں اور ہمارے دل

بیماری کا باعث بن جاتی۔ تنگی کشادگی سے، کمزوری طاقت سے، گمان یقین سے اور گھبراہٹ طمانینت سے بدل جاتی۔ قربان جاؤں مولائے کریم پر جس نے اپنے بندوں کو دنیا میں ہی جنت دکھا دی۔ اور دنیا جو دار العمل ہے، میں ہی ان کے لئے بہشت کے دروازے کھول دئیے۔ جہاں سے خوشبو دار ہوائیں ان کے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہیں۔ نسیم بہشتی کے جھونکے آ رہے ہیں اور قسم قسم اور طرح طرح کی دواؤں سے ان کے دل و دماغ خوش ہو رہے ہیں۔ اور طلب جنت کے لئے مشتاق ہو کر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصول جنت میں سبقت کر رہے ہیں۔

چار بزرگوں کے اقوال

ایک عارف بزرگ فرمایا کرتے تھے—

"اگر بادشاہوں اور شاہزادوں کو ہماری حالت کا صحیح علم ہو جائے تو وہ تلواریں لے کر بھی وہ حالت ہم سے چھیننے کے لئے تیار ہو جائیں"

دوسرے بزرگ ارشاد فرماتے ہیں—

"بیچارے دنیا والے دنیا سے گئے، دین دنیا بھی چھوڑ گئے۔ اور دنیا کی بہترین چیز کی لذت اور ذائقے سے بہرہ اندوز بھی نہ ہو سکے۔ کسی نے دریافت کیا بہترین چیز کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت اور ذکر الٰہی"

ایک بزرگ فرماتے ہیں—

"بعض اوقات دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ دل خوشی کے مارے رقص کرنے لگ جاتا ہے"۔

کی عادت ڈال لیتے ہیں مگر اس کا دور رہنا ہی آپ کیلئے مفید ہو سکتا
ہے اور اس کا قرب آپ کیلئے موجب وحشت ہوگا۔ لہذا کسی
موقعہ خدانخواستہ اگر آپ کو اس سے واسطہ پڑ جائے تو ظاہری
تعلق رکھیے مگر اندرونی طور پر اس سے بالکل دور رہیئے۔ اور دل کا ادنیٰ
سا تعلق بھی اس سے نہیں ہونا چاہیئے۔ اندرونی طور پر اس سے دور
رہنا چاہیئے اور جو چیز اولیٰ تر ہے ا[illegible] ہے اعراض و[illegible] ذل[illegible] چاہیئے
اور دل کے کانوں سے سن لیجئے کہ سب سے زیادہ افسوس کی بات
یہ ہے کہ آپ ایسے شخص کے درمیان میں رہیں جس کی مشغولیت تعلق
باللہ کے انقطاع کا موجب ہو اپنے خالق سے رابطہ ٹوٹ جائے۔ ضیاع
وقت پریشانی قلب ضعف عزیمت اور پراگندہ خیالی حاصل ہو اور
اگر خدانخواستہ ایسے شخص سے پالا پڑ ہی جائے تو کوشش کیجئے کہ اس
سے تعلق احکام الٰہی کے تحت رہے اور وہ تعلق ایسا ہو جو خوشنودی
خدا کا باعث ہو اور اس کے ساتھ صحبت رکھنا فائدہ مند تجارت
ثابت ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ راہ چلتے سفر میں کوئی شخص مل جائے اور
آپ کو ذرا کچھ دیر ہو جائے تو آپ کو اپنی کوشش کرنی چاہیئے کہ آپ
اس کو ساتھ لیکر چلتے جائیں۔ اگرچہ نتیجہ آپ کو کچھ تکلیف بھی برداشت
کرنی ہوگی لیکن اگر اس کی نیت سفر کی نہ ہو تو اس کے پاس ٹھہر
کر وقت ضائع کرنے کا باعث نہ بنئیے اور اس کو چھوڑ دیجئے اور چلتے بنئے
اگر وہ ہمدردی کرے اور نہ ہی سفر کی اس کی نیت ہو تو دل آزاری مت

سوتے قافلہ تو دور نکل گیا۔ میزبان نے کہا اس کی تدارک کیا جو قافلے کے ساتھ سفر میں تھی رات گذارتے اور صبح اٹھ کر قافلے کے ساتھ ہی چل پڑتا تو بوالمرد تو وہ ہے جو رات بستر پر گذارے اور لیٹے لیٹے صبح کو قافلے سے بھی آگے نکل جائے۔

اس حکایت کے دو محمل ہو سکتے ہیں۔ ایک محمل صحیح بھی اور ایک محمل غلط بھی۔ اگر یہ محمل قرار دیا جائے کہ انسان بستر پر بیٹھے لیٹے سو کر پھر ایسے ہی گزار دے اور قائم اللیل و تہجد گزار سے بھی ثواب میں بڑھ جائے تو یہ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ اس کا محمل تو یہ ہے کہ بستر پر لیٹے لیٹے سکون کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہ گزرے جب کہ اس کا دل اپنے پروردگار کے ساتھ متعلق ہو۔ اور محبت الٰہی کے ولولہ و جوش نے اس کے دل کو عرش بریں سے اونچا کر کے عرش پر پہنچا دیا ہو اور اس کی یہ حالت ہو گئی ہو کہ وہ قدسیوں کے مقدس جھمگٹوں میں عرش الٰہی کا طواف کرتے کرتے اس طرح رات بسر کر دیتا ہو۔ یا وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہے لیکن بستر ہی یاد دیا۔ ہمیشہ کے بیمار رہنے سے ایسی رات وہ قیام لیل نہ کر سکے۔ یا دشمن کے تعاقب میں تہجد نہ پڑھ سکے۔ یا خود اس کے پیچھے پیچھے دشمن آ رہا ہو۔ اور وہ جان کے خطرہ سے بیچارہ چھپتے چھپتے تہجد ادا نہ کر سکے، یا دیگر کسی عذر کی بنا پر اس سے قیام اللیل نہ ہو سکا ہو۔ مگر بستر پر لیٹے لیٹے بھی وہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کی محبت و جوش و خروش کا اس قدر جذبہ رکھتا ہو جس کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ تو وہ اس شخص سے

فی الناس کمن مثلہ فی الظلمات لیس بخارج منھا (انعام ع ۱۵)

عنایت فرما کر زندہ کر دیا اور اسے نور عطا فرمایا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایسے اندھیروں میں گر چکا ہو جہاں سے نکلنے کی امید بھی نہیں ہے

یہاں صاحب نور سے وہ مومن مراد ہے جو ایمان باللہ، اللہ کی محبت، خدا کی معرفت اور ذکر الٰہی سے منور و نورانی ہو چکا ہو اور صاحب ظلمات سے وہ شخص مراد ہے جو خدا سے غافل ہو چکا ہو خدا کی یاد اور محبت الٰہی سے بالکل منہ موڑ بیٹھا ہو اور یہ کوئی معمولی بات نہیں انسان کو اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو اس میں ہر قسم کی فلاح و نجات موجود اور اگر حاصل نہ ہو تو ہر شقاوت و بدبختی اسی میں مرکوز ہے

آنحضرت صلعم کی دعائے نور

یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب عزوجل سے یہ درخواست کرتے تو یہ دعا کرتے کہ خدایا میرے گوشت پوست، ہڈی خون بال، کان، آنکھ، اوپر نیچے، دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر جانب اور ہر عضو میں نور کر دے حتیٰ کہ فرمایا کرتے کہ خدایا مجھے نور ہی کر دے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنے پروردگار سے

یہ درخواست کی عزوجل آنحضرت کے ہر ہر ذرات ظاہری و باطنی میں نور
ہی نور بھر دے اور تمام جہات و اطراف سے آپ کو نور ہی ڈھانپ دے
اور آپ کی ذات اقدس اور پورے جسم کو مجسم نور کر دے تو خدا
تعالیٰ کا دین بھی نور اس کی کتاب بھی نور اس کا رسول بھی نور ہے
مومن کے لئے اس کا تیار کردہ جنت بھی نور ہے جو لہک لہک کر
چمک رہا ہے۔ اور خدا تعالیٰ خود نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی زمین
و آسمان کا نور اور اس کا نام بھی نور اور تمام ظلمات بھی اس کے
چہرہ کے نور سے ہٹ ہٹ کر چمک اٹھیں گے اور چمکا اٹھیں گے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور طائف کی دعائیں بھی ہے کہ

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ
اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ
اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّحِلَّ
عَلَیَّ غَضَبُكَ اَوْ یَنْزِلَ بِیْ
سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی
تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِكَ

میں تیرے غضب کے نزول
سے تیرے چہرہ اقدس کے نور کی
پناہ مانگتا ہوں جس کے سامنے تمام
تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں
اور جس کے باعث دنیا و آخرت
کے معاملات درست ہو جاتے ہیں
گناہ سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی
توفیق تیری امداد پر موقوف ہے

اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ تمہارے پروردگار کے ہاں

(حاشیہ صفحہ ۱۵۲) لمعات و بخاری و مسلم بروایت عبد اللہ بن عباسؓ ۱۲

ذرات سے نزدل (بلکہ سب آسمان ذات باری کے چہرہ اقدس کے نور سے فروزاں ہیں۔ اس اثر کے بعض الفاظ یوں بھی آئے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کی روشنی (درونق) ذات باری تعالےٰ کے چہرہ اقدس کی نور کے باعث ہی ہے۔ اسے عثمان دارمی نے ذکر کیا۔

قرآن حکیم میں بھی باری تعالےٰ فرماتے ہیں کہ

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (زمر ع ۷)	اور نور الٰہی سے زمین جگمگا اٹھے گی

معلوم ہوا کہ قیامت کے روز جب مخلوقات کے فیصلہ کے لئے عزوجل کی تشریف آوری ہوگی تو زمین شمس وقمر کے نور سے نہیں بلکہ نور خداوندی کی ضیا پاشی سے روشن ہوگی کیونکہ قیامت کو چاند سورج تو بے نور ہو چکے ہوں گے اور ان کی روشنی سلب ہو چکی ہوگی

رہا حجاب خداوندی تو وہ سر اسر نور ہی نور ہے

ابو موسیٰ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ میں پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں، فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ	عزوجل سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے رزق وغیرہ کے ترازو کو وہی اونچی نیچا کرتا ہے اور اسی کی طرف رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے چڑھتے رہتے

اور رعب و دبدبہ، کہ وہ تجلی و جلالت تو اس کے سامنے لمحہ بھی نہ ٹھہر سکے تو آنکھ بیچاری کو کیا تاب و طاقت؟ کہ ذات خداوندی کا ادراک تک بھی کر سکے۔

اور یہ آپ کی باریک بینی، دقت نظری، اور بدیع فہمی کی زندہ اور بین دلیل ہے اور ہو بھی کیوں نہ؟ جبکہ ان کے لیے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دست بدعا ہوں کہ خدایا! ابن عباس رضی کو قرآن کا بہت بڑا ماہر کر دیجیو۔ [1]

غرضیکہ باری تعالے قیامت کو انہی آنکھوں سے نظر آئیں گے مگر آنکھوں کے لیے ذات خداوندی کا ادراک کرنا محال بلکہ ناممکن ہے اگرچہ اس کی رویت ممکن چیز ہے۔ بہرصورت ادراک رویت سے ماورا ایک دیگر چیز ہے، دیکھئے سورج جس سے ہم عزوجل کو تشبیہ نہیں دے سکتے کیونکہ لِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (خدا تعالے کے لیے بڑا اعلی مثالیں ہیں)، مگر غور کیجئے ہم اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کی اصل حالت بلکہ اس حالت سے قریب ترین حالات تک کے ادراک سے قاصر ہیں۔

اسی لیے ابن عباس رض سے جب کسی نے عزوجل کی رویت کے متعلق سوال کرتے ہوئے اعتراض کیا کہ عزوجل فرماتے ہیں

[1] صحیحین میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے آپ کے لیے دعا فرمائی: اللّٰھم فقهه في الدین وعلمه التاویل۔ لیجئے خدایا اسے فقاہت دینی اور علم تفسیر سکھلا دیجیے ۱۲

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (النور ع ۵)

روشن کیا جاتا ہو جس کا تیل آگ لگائے بغیر ہی چمک اٹھنے کو تیار ہو۔ وہ نور علے نور عزوجل جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب راہنمائی فرماتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور عزوجل ہر شئے سے واقف ہے۔

ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ یہ اس نور کی مثال ہے جو ایک مسلم کے دل میں مرکوز ہوتا ہے۔

قلبِ مومن اور نورِ ایمانی

اور یہی وہ نور ہے جو عزوجل ایک مسلم کے دل میں عزت الٰہی، محبت خداوندی، ایمان باللہ، اور ذکر الٰہی کا نور و دلیعت فرماتے ہیں۔ یہی وہ نور ہے جسے عزوجل (کمال مہربانی سے) اپنے بندوں پر نازل فرماتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان میں نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں جس نور کو وہ اپنے اندر سمائے لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں جڑ پکڑ جاتا ہے قائم و راسخ ہوتا ہے پھر (رفتہ رفتہ) اس کا مادہ قوت پذیر ہوتا رہتا ہے اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ ان کے چہروں سے، ان کے اعضا و جوارح سے، ان کے بدن و جسم سے (ان کے) رگ و ریشہ سے، بلکہ ان کے لباس و پوشاک، اور ان کے محل و مکان اور مقامات رہائش تک میں سے نمایاں اور ظہور پذیر ہو

نورایمانی کا اصل مادہ

پھر عزوجل نے قرآن حکیم میں اس نور کی اور اس کے موقعہ و محل، اس کے حامل اور اس نور کے اصل مادہ کی مشکوٰۃ سے تمثیل دی ہے۔
عربی میں مشکوٰۃ اس طاقچے کو کہتے ہیں جو دیوار میں چراغ رکھنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور یہ سینہ کی مثال ہے۔ پھر فرمایا کہ اس طاقچہ میں زجاجہ ہے یعنی تمام شیشوں سے زیادہ صاف و شفاف شیشہ کی چمنی ہے جسے باعث صفائی میں چمکتے ستارے سے تشبیہ دی اور یہ (مومن کے) دل کی مثال ہے۔ دل کو شیشہ سے اس لیے تشبیہ دی کہ وہ ان اوصاف کو اپنے اندر لیے ہوتا ہے جو مومن کے دل میں قائم و راسخ ہوتے ہیں اور وہ اوصاف ہیں صفائی، رقت، اور صلابت و مضبوطی۔ لہٰذا صفائی قلب سے وہ حق و ہدایت دیکھتا ہے اور رقت قلبی کے باعث اسے رحمت و شفقت اور نرمی و مہربانی حاصل ہوتی ہے اور صلابت و سختی کی وجہ سے حق کی حمایت کرتا ہے۔ کفر و اہل کفر پر سختی کرتا ہے اور خدا کے دشمنوں سے سر بکف ہو کر جہاد کرتا ہے پھر خوبی یہ کہ ایک صفت کے باعث دوسری صفت نہ باطل ہوتی ہے اور نہ کمزور ہوتی ہے بلکہ ایک دوسری کی معاون و معاضد ہوتی ہے اور بالکل اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (کفار پر سخت اور باہم رحم) کا نمونہ بن جاتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ یعنی آپ رحمت خداوندی سے ان کے

وکمزور ذات کی ہوتی ہے جس میں پانی کا سا وصف ہوتا ہے کہ ضعیف وکمزور نہ اس میں طاقت ہوتی ہے اور نہ قوت استمساک کہ اپنے اندر کسی چیز کو بند اور قابو و مضبوط رکھ سکے۔ وہ ہر صورت کو قبول تو کرتا جاتا ہے۔ مگر نہ اس میں اتنی ہمت ہوتی ہے کہ اس صورت کو ذہن میں محفوظ رکھ سکے اور نہ اتنی طاقت کہ غیر میں اثر انداز ہو سکے۔ بلکہ برعکس از یں ہر قوی وضعیف اور طیب وخبیث جو بھی اس میں مخلوط ہو اس میں اثر انداز ہوتا جاتا ہے اور یہ ہر ایک کا اثر قبول کئے جاتا ہے۔

مومن کی مشعل ایمانی کا تیل

پھر عز وجل نے فرمایا کہ اس زجاجہ (شفاف چمنی) میں مصباح یعنی وہ نور جو اس کے فتیلہ یا بتی میں ہوتا ہے تو یہ فتیلہ اس نور کا حامل ہوا پھر اس نور کا کوئی اصل ومادہ بھی ہوتا ہے اور وہ مادہ روغن زیتون ہے جو معمولی زیتون سے نہیں بلکہ زیتون کے ایسے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے جس نے ہموار زمین میں اگلے پچھلے پہر دونوں وقت کی آفتابی شعاعوں میں پرورش پائی ہو اس لئے اس کا تیل تمام تیلوں سے زیادہ صفا اور ہر قسم کی میل کچیل اور تلچھٹ سے بالکل نتھرا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی صفائی ولطافت کے باعث آگ دیئے بغیر بھی بھک اٹھنے کے قابل ہوتا ہے تو یہ اس نور کا اصل ومادہ ہوا جو چمنی کے اندر طاقچے میں رکھے ہوئے چراغ کا ہوتا ہے۔

بالکل بعینہ اسی طرح اس نور مشعل کا مادہ ہوتا ہے جو ایک مومن

نورِ فطرت مل گیا تو نورِ وحی کے اجتماع سے نورٌ علیٰ نورٍ ہو جاتا ہے
اس لیے وہ اس کے قریب ہوتا ہے کہ خود بخود حق و صداقت سے
بول اٹھے اور حق بیان کرنے لگ جائے۔ بصورتِ دیگر اس میں اثر نہ
ہونے بعد ازاں اثر لو اس تو اذعہ کے مطابق سن پائے جس کی فطرت سلیمہ
شناسا ہے تو یہ پہلے سے بھی زیادہ نورٌ علیٰ نورٍ ہو گا تو یہی شان اس
مومن ایماندار کی ہوتی ہے کہ اپنی فطرتِ سلیمہ کے ذریعہ وہ حق و صداقت
کا ادراک مجملاً کر لیتا ہے۔ بعد ازاں اثر دفاتر تو سن پاتا ہے اسے بالتفصیل
حاصل کر لینے کے لئے دل فراخ کشادہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مومن
کا ایمان وحی اور فطرتِ سلیمہ کے امتزاج سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا
منبع و سرچشمہ فیض دونوں چیزیں ہیں وحی و فطرت کی شہادت۔ عقلمند
انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس عظیم الشان آیتِ قرآنی اور مذکورہ گزارشات
ذرِ معانی سے اس کی مطابقت پر غور کرے۔ اور فکر و تدبر سے کام لے

نورِ معقول و نورِ محسوس

دیکھئے اللہ عزوجل نے یہاں ایک نو
لیئے نور کا تذکرہ فرمایا جو آسمانوں اور
زمین میں ہے۔ دوم وہ نور جو اس کے مومن وایماندار بندوں کے دل میں
ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہے۔ ایک نورِ معقول جو مشہود بالبصائر و
القلوب ہے یعنی جو عقل و فراست اور دل سے نظر آتا ہے۔ دوم
نورِ محسوس جو مشہود بالابصار اور جس کی وجہ سے عالمِ علوی و سفلی کا
گوشہ گوشہ روشن اور جگمگا رہا ہے۔ تو یہ دو نور ہوئے جو دونوں عظیم

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ ع۵)	اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح کو وحی فرمایا۔ آپ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو لیکن ہم نے اسے نور بنایا جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہنمائی کرتے ہیں۔

آیت مذکورہ کے لفظ جَعَلْنٰہُ کی ضمیر میں اختلاف ہے بعض اس کا مرجع امر کو ٹھہراتے ہیں، بعض کتاب کو، اور بعض ایمان کو اس کا مرجع قرار دیتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا مرجع روح ہے یعنی اے پیغمبر ہم نے اس روح کو جو تیری جانب وحی فرمایا ہے نور بنایا ہے تو دیکھئے اللہ عزوجل نے اس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس سے زندگی وحیات حاصل ہوتی ہے۔ اور اسے نور ٹھہرایا، کیونکہ اس سے ضیا و روشنی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں باہم لازم متلازم ہیں جہاں اس روح کی وجہ سے زندگی وحیات پائی جائے گی۔ وہاں ضیا و روشنی بھی ہوگی اور جہاں ضیا و روشنی پائی جائے گی، وہاں حیات و زندگی بھی ضرور پائی جائے گی لہٰذا جس کا دل اس روح کو قبول نہیں کریگا وہ مردہ و بے نور ہوگا جیسا کہ کسی شخص کے بدن سے روح حیوانی خارج ہو جائے۔ تو وہ ہلاک و برباد اور فنا و معدوم ہو جاتا ہے۔

قرآن میں آگ اور پانی کی مثال

[illegible]

ایک پانی (آبی) دوسری ناری یکجا بیان فرمائی ہیں کیونکہ پانی سے زندگی و حیات اور نار سے روشنیاں اور روشنی حاصل ہوتی ہے چنانچہ سورہ بقرہ کے ابتداء میں ارشاد فرمایا

آگ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۰ (بقرہ ع ۲)

ان کی مثال اس جیسی ہے جو آگ جلائے جب اس کے چاروں طرف اجالا ہو جائے تو عزوجل وہ نور بجھا کر انہیں اندھیروں میں چھوڑ دے اور انہیں کچھ نظر نہ آئے

یہاں ذھب اللہ بنارھم نہیں فرمایا بلکہ بنورھم فرمایا کیونکہ نار میں روشنی کے ساتھ ساتھ جلانے کا مادہ بھی ہوتا ہے مطلب یہ ہوا کہ عزوجل نے فائدہ مند چیز روشنی تو سلب کر لی مگر نقصان دہ چیز احراق کو ان پر مسلط باقی رکھا

بعینہ یہی حال منافقین کا ہے حق کا نور ایمانی الفاظ کی وجہ سے سلب ہو جاتا ہے مگر دل میں کفر و نفاق اور شکوک و شبہات کی آگ باقی رہتی ہے جو ہر وقت اندر ہی اندر سلگتی اور جوش مارتی رہتی ہے اور چونکہ اہل نفاق کے دل [illegible]

کی گرمی و حرارت اور اس کے شعلوں کی تکلیف و مصیبت سے دنیا میں گوشت کی طرح بریاں ہو چکے ہوتے ہیں۔ لہذا آخرت میں عزوجل اس سے بھی زیادہ بھڑکتی ہوئی سخت تیز آگ میں گوشت کی طرح بریاں کریگا جس کی صفت میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (ہمزہ ع)	وہ خدا کی جلائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائیگی۔

یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے دنیا میں ایک لمحہ بھی نور ایمانی میں گذارا بلکہ نور ایمانی کی چمک دمک اور رونق ملاحظہ کر لینے کے بعد اس میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہ کیا اور اس سے یکسر علیحدہ و کنارہ کش ہو گیا۔ یہ حال بعینہ منافق کا ہوتا ہے کہ وہ اسلام و شریعت کو سمجھ لینے کے بعد انکار کر دیتا ہے۔ اقرار بھی کرتا ہے۔ تو جھٹ پٹ عناداً بلاوجہ انکار کر دیتا ہے تو گویا وہ نفاق کے گھٹا ٹوپ اندھیرں میں صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ یعنی بالکل بہرہ، گونگا، اور کور چشم ہوتا ہے چنانچہ عزوجل انہیں کے ہم جنس کافر دوستوں اور بھائیوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ط (الانعام ع ۴)	جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ بہرے گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ	کافروں کی مثال اس شخص کی سی ہے

الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (بقرہ ع ٢١)	جو اسے پکارتا ہے آواز کے سننے کے سوا سمجھ کچھ نہیں آتا۔ وہ بہرے گونگے اندھے ہیں اس لئے وہ سمجھتے نہیں۔

کفار و منافقین کے خطاب کا فرق

روشنی و نور ہو جانے کے

بعد اس نور سے منافقین کے خروج کی حالت کو عزوجل نے اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو آگ جلائے جب آس پاس کی تمام چیزیں عین نمایاں نظر آجائیں تو آگ بجھ جائے۔ اور سارے کا سارا نور سلب ہو جائے۔ اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق آدمی اہل اسلام میں بود و باش اور میل جول رکھنے ان کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھنے روزے رکھنے قرآن حکیم سننے اور اسلام کے اعلام اور ضوابط اور شعار کے مشاہدہ و معاینہ کرنے کی وجہ سے اپنی آنکھوں کی روشنی کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں اسی لئے عزوجل ان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ لہذا وہ واپس نہیں لوٹ سکتے کیونکہ وہ اسلام میں اہل اسلام کے ساتھ مخلوط رہ کر اور روشنی حاصل کر لینے کے بعد اسلام سے کنارہ کش ہو گئے۔ لہذا اب وہ اسلام کی طرف واپس نہیں آسکتے یہ تو تھا منافقین سے خطاب۔ اور کفار سے خطاب یوں کہ وہ

نجات ہے ایک دیگر قسم کلے۔ کفار کے متعلق ارشاد ہے فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (یعنی وہ عقل نہیں کرتے کیونکہ نہ انہوں نے اسلام سیکھا نہ اس میں داخل ہوئے۔ اور نہ ہی اس کی ضیا پاشیوں سے کچھ نور حاصل کیا بلکہ برعکس ازیں کفر کے تاریک اندھیروں ہیں۔ بہرے گونگے اور اندھے ہو کر رہ گئے

قرآن امراض قلبی کی شفا ہے

تو اس حکیم مطلق کی دانائی پر قربان جایئے جس نے اپنے حکمت بھرے کلام کو امراض قلبی کے لئے شافی ایمان و حقائق ایمانیہ کا منادی حیات ابدی اور دوامی نعمتوں کا داعی، اور شاہراہ ہدایت کا ہادی بنا دیا۔ دیکھیں اب کون مریض شفا کا خواہش مند ہے؟ کونسا شخص حق کا طلبگار ہے؟ اگر ہمارے کان اس خداوندی آواز کو سن کر اپنے اندر محفوظ کر لیں تو ہم جانیں گے کہ ہاں کانوں نے منادی ایمان کی آواز پر لبیک کہی۔ اسی طرح اگر ہمارے کفر و نفاق سے بیمار شدہ دل تعلیمات قرآن کو اپنے اندر جگہ دیدیں تو مانیں۔ کہ ہاں قرآن حکیم کے مواعظ حسنہ و سرچشمہ ہدایت سے فیض یاب و صحتیاب ہوئے؟ مگر کجا قرآنی تعلیم اور کجا ہمارے بیمار دل؟ ہمارے دلوں پر تو شکوک و شبہات اور شہوات و خواہشات کی تیز و تند اور سخت اندھیریاں آئیں اور ان کی جگمگاتی ہوئی ضیا پاش مشعلوں کو گل کر گئیں غفلت و جہالت کا دور دورہ ہوا اور انہوں نے رشد و ہدایت کے تمام

ہیں جو بادل سے زور کے ساتھ گرتے وقت سنائیں سنائیں کی آواز کے ساتھ برستی ہے۔ اور یہ قرآن حکیم کی مثال ہے جس کے ذریعہ دل میں ایک نئی روح اور نئی زندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بارش کہ جس کے ذریعہ اراضیات، باغات، زراعات، اور حیوانات اور جاندار چیزیں۔ تمام میں ایک نئی زندگی و حیات کی لہر دوڑ جاتی ہے لہذا اہل ایمان جب بارش قرآنی و ایمانی کو دیکھ پاتے ہیں اور انہیں اس بے نظیر و اعلیٰ زندگی کا بھی علم ہوتا ہے جس کی مثل کوئی زندگی نہیں تو نہ انہیں وہ کڑکتی کوندتی بجلیاں خوف زدہ کر سکتی ہیں۔ اور نہ ان کی چمک دمک انہیں دہشت زدہ کر سکتی ہے ان بجلیوں اور کڑک سے مراد وہ خدائی وعید و تہدید عقوبات الٰہی اور وہ رسوا کن عذاب ہیں جن سے عز و جل نے اوامر الٰہی کے مخالفین کو ڈرایا ہے، اور خبر دی کہ جو خدا کے پیغامبر کی تکذیب کریگا اس پر یہ عذاب نازل کر دئے جائیں گے، یا ان سے وہ کام مراد ہیں جن کی ادائیگی میں نہائت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ مثلاً دشمنان الٰہی سے جہاد کرنا۔ یا کسی دیگر اسلامی و شرعی کام پر صبر کرنا۔ یا وہ امور مراد ہیں جو خلاف طبع و ارادہ کرنے پڑیں اور طبیعت کو شاق و گراں گذریں تو گویا وہ رعد و برق اور اندھیروں کے قائم مقام ٹھہرے۔ مگر جسے بارش اور بارش سے ایک نئی زندگی حاصل ہونے کا علم ہو۔ تو وہ بجلیوں کی چمک، بادلوں کی گرج اور اس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے کبھی خوفزدہ

نہیں ہو گا اسے ان سے دہشت نہیں ہو گی بلکہ اُنس اور خوشی ہو گی کیونکہ
اسے اس سے خوش حالی و فراوانی اور ایک جدید زندگی کی امید ہے
لیکن منافق چونکہ ایک کوفانت انسان ہوتا ہے اسے اندھیری ہی اندھیری
نظر آتی ہے اور اندھیرے سے آگے اس کی نظر نہیں جاتی۔ بس اسے
صرف ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بجلی کی چمک ابھی اس کی آنکھوں کو اچک
لیا چاہتی ہے۔ بادل کی گرج سن کر اس کا دل بیٹھا جا رہا ہوتا ہے اور
چاروں طرف سے اسے ظلمت ہی ظلمت دکھائی دیتی ہے اس لیے
وہ اس سے گھبرا اُٹھتا ہے اور ڈر کے مارے کانوں میں انگلیاں ڈال
لیتا ہے کہ رعد کی آواز نہ سنائی دے۔ اسی طرح بجلی کی چمک دمک
اور اس کے لشکارے کا مشاہدہ کر کے ہول جاتا ہے۔ اُسے ہر دم یہی
خوف کھائے جا رہا ہوتا ہے کہ کہیں بجلی اس کی آنکھیں ہی اچک
لے کیونکہ آنکھیں بجلی کی تیز روشنی کے سامنے خیرہ ہو جاتی
ہیں اور کھلی نہیں رہ سکتیں۔ لہٰذا وہ اندھیرے میں گھر کر رعد کی ہول
ناک آوازیں سنتا اور برق خاطف کو دیکھتا ہے۔ اگر سامنے کچھ
دکھائی دے تو چند قدم روشنی میں چلنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر روشنی ختم
ہو جائے تو حیران ہو کر ٹھہر جاتا ہے اور کچھ نہیں جانتا کہ کدھر جائے
مذبذب حالت کے باعث بیوقوف سا بنا نہیں جانتا کہ رعد و برق اور ان
اندھیروں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو [illegible] رحمت کے [illegible]
ہی کرتے ہیں جو زمین سے نباتات اُگاتی [illegible] اور [illegible] کے لئے

ایک نئی زندگی کی موجب ہے۔ بس وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ یہ ایک خالی گرج ہے چمک ہے۔ اندھیرا ہے۔ مگر اسے اتنا شعور نہیں کہ اس کے پیچھے کس قدر فوائد مخفی و مستور ہیں؟ لہٰذا ہر دم اسے دہشت گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ وحشت اس کا لازمہ ہوتی ہے اور دہشت اور گھبراہٹ ایک دم بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وحشت اسے ہر دم لازم۔ اور دہشت و گھبراہٹ ایک منٹ بھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برعکس جو بارش کے فوائد اور منافع جانتا ہو۔ اور اسے علم ہو کہ اس سے ایک نئی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی جانتا ہو کہ بارش کے ساتھ برق بھی ہوتی ہے۔ زوردار کڑاکے کی آوازیں بھی ہوتی ہیں اور گھنے بادل کی وجہ سے اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے۔ تو وہ ان سے خوفزدہ ہونے کی بجائے انس پذیر ہوگا۔ نہ اسے ان سے وحشت ہوگی نہ خوف اور نہ وہ ان سے ڈر کر یہ کہیگا کہ بارش نہ ہو۔ بلکہ وہ اس کی دعا کرے گا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریگا۔

تو یہ مثال بعینہٖ اس بارش کے مطابق ہے۔ جو دل اور وجود دونوں کی زندگی کے لئے عزوجل کی طرف سے جبریل امین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل فرمائی۔ خدائے مسبب الاسباب و منتظم امور کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ قرآنی بارش کے ساتھ بھی اسی طرح رعد و برق اور گھرا ہوا دل ہونا چاہئے۔ جیسا کہ عام بارشوں کا خاصہ ہے۔ لہٰذا جب وحی قرآنی کی بارش ہوتی ہے۔ تو

منافق اس کی بجلی کی چمک اور بادل کی گرج سن سن کر سہمتا رکتا
رہتا ہے مگر اس کے پیچھے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان پر اس کی نظر
نہیں جاتی اس لیے جن چیزوں سے مومن کو انس ہوتا ہے منافق کو
اس سے وحشت ہوتی ہے جن پر عالموں کو اطمینان ہوتا ہے منافقین
کو اس میں شک رہتا ہے جن پر ایمان دارانہ بصیرت کو یقین ہوتا
ہے منافقین کو اس کے متعلق سو قسم کے شبہات ہوتے ہیں تو گویا
مثال میں اس کی آنکھوں کی حیثیت چمگادڑ کی آنکھوں کی سی ہے
جو دوپہر کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور اسی مثال میں اس کے کانوں کی حیثیت
وہی ہے جو عذاب کی ہیبت آواز سن کر دم توڑ دینے والے شخص کے
کان کی ہوتی ہے بعض حیوانات کے متعلق بھی بیان کیا گیا کہ بادل
کی کڑک سنتے ہی مر گئے

اور جب ایسی منافقانہ عقلوں، کانوں اور آنکھوں سے شیطانی
شبہات، فاسد خیالات، جھوٹے ظن اور تخمینوں کا اٹھا دم ٹکراؤ
ہوتا ہے تو وہ ان کو اپنی جولانگاہ بنا لیتے ہیں ان پر نحوست و بدبختی چھائے
ہیں ان میں بیٹھتے ہیں اٹھتے ہیں اپنی جولانیوں کے لیے میدان
وسیع کرتے ہیں اور اپنی قیل و قال اور ہذیان و بکواسات سے کانوں
بلکہ روئے زمین کے دفتروں کو بھر دیتے ہیں

اکثر لوگ منافقانہ روش کو بہتر خیال کرتے ہیں

مگر تعجب کا مقام ہے کہ اکثر لوگ منافقین کو ہی [illegible]

ں انہیں کے بیہودہ بکواسات کو قبول کرتے ہیں۔ انہیں کی دعوت
ڈھول پیٹتے ہیں۔ نفاق کی سرحدوں کی ہی حفاظت کرتے ہیں۔ انہی کا
رو دیتے ہیں۔ انہیں کے جھنڈوں تلے لڑتے ہیں۔ انہی جماعت
کی ترقی و فراوانی کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں کی تعداد بڑھاتے
ہیں عام ضرورتوں میں انہیں کا ساتھ بھرتے ہیں اور انہیں
کے بیہودہ کلام سے دلوائی کو دکھاتے ہیں جن کے عزوجل نے اپنی
کتاب میں پردے چاک کیے ہیں، ڈھول کے پول کھولے ہیں ان
کی علامات اور ان کے اعمال و اقوال ایک ایک کر کے بیان کر دیے اور
ان کے اس طرح بخیے ادھیڑے ہیں کہ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ کا حوالہ
ایسے ہیں بعض ایسے ہیں بعض ایسے ہیں کہہ کر ان کا ایک ایک راز فاش
کیا ہے ان کی اصل حقیقت بیان کر ڈالی ہے اور ان کے خفیہ
رازوں کو ظاہر کر کے رکھ دیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ کے آغاز میں مومنین، کفار اور منافقین کے
اوصاف بیان فرماتے ہوئے عزوجل نے مومنین کے اوصاف کو
تین آیات میں کفار کے اوصاف کو صرف دو آیتوں میں اور منافقین
کے اوصاف کو کچھ اوپر دس آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے
لوگوں سے عموماً واسطہ پڑتا ہے اور ان کے ساتھ میل جول اور

لہ پڑھیے سورۂ براءت جس کا دوسرا نام ہی فاضحہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس
نے منافقین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑا ہے ۱۲

اسی طرح دل بھی حامل وحی ہوتے ہیں اور وحی الٰہی کو اپنے اندر سمیٹے ہوتے
ہیں پھر جس طرح بعض وادیاں بڑی ہوتی ہیں اور اپنے اندر زیادہ پانی
جمع رکھ سکتی ہیں۔ اسی طرح بعض دل بھی بڑے ہوتے ہیں علم کی بہت
مقدار اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں علی ہذا القیاس بعض چھوٹی وادیاں ہوتی
ہیں جو اپنے اندر پانی کی تھوڑی مقدار جمع رکھ سکتی ہیں اسی طرح چھوٹے
دلوں میں علم کی قلیل مقدار ہوتی ہے۔ بہرصورت جس طرح وادیاں اپنے قدر
ظرف پانی جمع کرتی ہیں۔ اسی طرح دل بھی اپنے مقدار و مقدور کے مطابق
حامل علم ہوتے ہیں۔ پھر جب سیلاب آتے ہیں اور وادیاں بہتی ہیں
جھاگ وغیرہ بہہ تودے بن کر اوپر آجاتی ہے۔ اور نیچے میٹھا پانی ہوتا ہے
جو زمین کی حیات کا باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا اول وادیاں اس جھاگ کو
کنارے پر پھینک دیتی ہیں جو وہیں کنارے پر سوکھ کر معدوم ہوجاتی
ہے مگر پانی باقی رہ جاتا ہے جو انسانوں، چوپایوں، کھیتوں اور شہر دلی
کی زندگی کا باعث ہوتا ہے۔ بعینہ یہی مثال علم و ایمان کی ہے جیسے نزول
قرآن نازل ہوتا ہے۔ تو دل اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتے ہیں لہٰذا اول
جب دل میں علم و ایمان راسخ ہوجاتا ہے۔ اور جڑ پکڑ جاتا ہے تو اس کے
اختلاط سے شہوات شبہات باطلہ کی جھاگ اوپر آجاتی ہے اور علم
و ایمان اور رشد و ہدایت دل کی زمین میں بیٹھ جاتے ہیں تو آہستہ آہستہ
جھاگ خشک ہوتی جاتی ہے کم ہوتی باقی ہے حتیٰ کہ بالکل ختم ہو
جاتی ہے اور علم نافع و ایمان خالص دل کی تہ میں باقی رہتا ہے جس

بھی پڑھا اور لوگوں کو بھی پڑھایا۔ آخری وہ شخص کی ہے جس نے نہ اس کی طرف سر اٹھایا اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی اس ہدایت کو جو میری معرفت بھیجی گئی تھی۔ قبول کیا

علم و ہدایت کی رو سے لوگوں کے تین طبقے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لوگوں کو تین طبقوں میں تقسیم فرمایا ہے

پہلا طبقہ

پہلا طبقہ۔ ورثاء رسولؐ و خلفائے انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ہے جنہوں نے دین کو سیکھا اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو رسولان الٰہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے صحیح و کامل پیرو ہیں کہ اس بہترین طبقے کے قائم مقام ہیں جو پاک صاف ہو اور پانی کو اپنے اندر جذب کر کے گھاس و غیرہ اور بے شمار چارہ پیدا کرے۔ تو وہ بنفسہا خود بھی پاک صاف ہے۔ اور لوگوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی قحط و خشک سالی کو رفع کر لیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے اندر بصیرت دینی اور قوت نفاذ دونوں موجود ہیں اور اسی لئے وہ انبیاء کرام (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کے وارث قرار پائے ہیں جن کے متعلق عزوجل کا ارشاد گرامی ہے کہ

وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَ	اور ہمارے بندوں ابراہیم و

فہم ہے جو عزوجل کسی کو اپنی کتاب سمجھنے کے لئے عنایت کر دیتا ہے۔ تو یہ فہم اس گھاس اور بے شمار چارہ کے قائم مقام ہے جو زمین سے اگتا ہے

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ:۔ اور یہی وہ فہم ہے۔ جو پہلے اور دوسرے طبقہ میں حد فاصل ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے ممتاز وجدا کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا کام صرف نصوص کو حفظ کرنا۔ اور ضبط و اتقان سے انسے محفوظ کرنا ہوتا ہے۔ جہاں سے مختلف اقسام کے لوگ آکر ان سے وہ نصوص سیکھ کر جو دان سے استنباط کرتے ہیں استخراج مسائل کرتے ہیں۔ اس کے دفینے نکالتے ہیں اور علم کی قابل زراعت زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور اپنی لیاقت برابر اس خزینہ شیریں سے سیراب ہو کر نکلتے ہیں

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (البقرة) ہر آدمی نے اپنے اپنے پینے کی جگہ معلوم کر لی

یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ	عزوجل اس شخص کو ترو تازہ و خوش کرے جو میری حدیث کو سن کر یاد کرے اور جیسے سنے ویسے ہی انہیں الفاظ میں ادا کرے کیونکہ اکثر حاملین فقہ فقیہہ

حاشیہ صفحہ (۱) احمد و بخاری و ابو داؤد و نسائی بروایت ابی جحیفہ رض ۱۲

سنا ویسے ہی آپ نے سنا جس طرح دوسروں نے قرآن پڑھا اور یاد کیا۔ اسی طرح آپ نے پڑھا اور حفظ فرمایا۔ مگر آپ کی چونکہ زمین تمام زمینوں سے بہتر اور سب سے زیادہ قابل زراعت تھی۔ آپ نے اس میں تفقہ کا بیج بویا تو اس سے ہر قسم کے اعلیٰ جوڑے پیدا ہوئے۔

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم	اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرتا ہے۔ یقیناً خدا تعالیٰ

بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

ابن عباس رض و ابو ہریرہ رض کا علمی موازنہ

ہاں تو دیکھیے ابن عباس رض کے فتاوی و تفسیر کے سامنے ابو ہریرہ کے فتاوی تفسیر کی کیا نسبت؟ حالانکہ ابو ہریرہ آپ سے زیادہ حافظ بلکہ علی الاطلاق حافظ الامت ہیں۔ حدیث کو جیسے سنتے ویسے ہی ادا کر دیتے اور رات کو اسے یاد کیا کرتے۔ لہٰذا ابو ہریرہ رض کی تمام تر کوشش دو چیزوں کی طرف مبذول رہی اول احادیث کو حفظ کرنا دوم حفظ کردہ احادیث کو جیسے سنا ویسے ہی آگے پہنچا دینا۔ مگر ابن عباس کی تمام کوشش فقہ و استنباط النصوص سے استخراج مسائل کے دریا بہانے۔ اور ان سے خزائن دفینے نکالنے میں صرف ہوتی تھیں۔

علیٰ ہذا القیاس صحابہ کے بعد کے دور میں بھی دونوں قسم کے لوگ موجود تھے۔

حفاظِ حدیث

قسم اول حفاظ جن کی تمام تر توجہ صرف حفظ حدیث و ترتیب احادیث کو بعینہٖ ادا کر دینے کی طرف تھی انہیں ان سے استنباط و استخراج مسائل سے کچھ سروکار نہ ہوتا تھا۔

اہلِ استنباط

قسم دوم اہل استنباط جن کی زیادہ تر توجہ نصوص سے استنباط و استخراج احکام اور تفقہ فی النصوص کی جانب مبذول رہتی تھی

قسم اول میں ابوزرعہ ابوحاتم ابن وارہ اور ان سے قبل مثلاً بندار محمد بن بشار عمرو الناقد عبد الرزاق اور ان سے پہلے ائمہ مثل محمد بن جعفر غندر اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہ شامل ہیں جو صرف اہل الضبط و الاتقان اور حفاظ حدیث تھے نہ الفاظ نصوص میں کسی قسم کا تصرف کرتے تھے اور نہ ہی ان سے استنباط و استخراج احکام کرتے تھے

قسم دوم میں امام مالک و شافعی و اوزاعی و اسحٰق اور امام احمد بن حنبل و بخاری و ابوداؤد و محمد بن نصر مروزی وغیرہ شامل ہیں جو روایت و درایت دونوں کے جامع تھے روایت کے ساتھ تفقہ و استنباط کے بھی جامع تھے

غرضیکہ یہی دونوں گروہ ہیں جو حلاوت سے زیادہ تر حدیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت اندوز ہوئے اور سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور انہی لوگوں نے اس کے لئے بڑی [illegible] کی اور [illegible]

تیسرا طبقہ تیسرا طبقہ: اشقیاء کُل ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے نہ ہدایت خداوندی کو قبول کیا۔ نہ اس کی جانب سر اٹھا کر دیکھا۔ نہ حفظ احادیث کی کاوش نہ فہم حدیث کا مادّہ۔ نہ روائت نہ درائت نہ رعائت۔ سب سے یکسر خالی و محروم۔ تو

پہلا طبقہ اہل روائت و درائت ہے۔

دوسرا طبقہ اہل روائت و رعائت جنہیں درائت بھی نصیب ہوئی۔ روائت سے زیادہ درائت کا مادہ عنایت ہوا۔

تیسرا طبقہ اہل شقاوت کل ہے جن میں نہ روائت ہے نہ درائت نہ رعائت وہ بالکل چوپائے۔ بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گھروں کو تنگ کرتے ہیں۔ اور نرخوں کو گراں کرتے ہیں شکم اور فرج کے سوا انہیں کسی چیز کا فکر نہیں بس لے دے کر ان کے پاس صرف یہی دو چیزیں رہ گئی ہیں۔ اور ہر وقت انہیں کا یہ مشغلہ ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کریں تو ان کے ساتھ ساتھ زیب و زینت اور فاخرانہ لباس اور امیرانہ ٹھاٹ سے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ ترقی کریں تو چودہری بننے کی کوشش کرتے ہیں اور نفس غضبیہ کی امداد کرتے ہیں حتیٰ کہ ترقی کرتے کرتے نفس کلبیہ کی نصرت و امداد سے بھی آگے بڑھ کر نفس سبعیہ کی نصرت و امداد کرتے ہیں

نفس کلبیہ[۱]، سبعیہ[۲]، ملکیہ[۳] ۔ کیونکہ نفوس تین قسم ہیں کلبیہ[۱]

سبعیہ ۲ ملکیہ ۳

کلبیہ ۱ تو صرف ہڈی روٹی کے ٹکڑے اور مردار و گندگی پر قناعت کر لیتا ہے مگر

سبعیہ ۲ اسی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ قہراً لوگوں کو ماتحت رکھنا چاہتا ہے اور خفی و فاحش طرق سے غلبہ و استیلا کی کوشش کرتا ہے لیکن

ملکیہ ۳ ان تمام خرابیوں سے بالاتر ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے لہذا اس کی تمام تر کوشش علم و ایمان، محبت الٰہی و انابت الی اللہ کی طرف ہوتی ہے اسے ذات خداوندی سے طمانیت و سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ تمام محبتوں پر عزوجل کی رضا و محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کسی قدر دنیا بھی صرف اس لئے کماتا ہے کہ اس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مربی و رازق سے مل سکے نہ یہ کہ اس سے منقطع ہو جائے

دوسری مثال ناری

دوسری مثال ناری ہے جو عزوجل نے اسی سورہ رعد میں بیان فرمائی کہ

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ (رعد ۳-ع ۲)

اور جو سونا چاندی وغیرہ زیور بنانے یا ڈھال کرنے اور چیز بنانے کے لئے آگ میں گرم کرتے ہیں اس کی بھی پانی کی طرح جھاگ ہوتی ہے

اس کی صورت بعینہ ایسے ہوتا ہے اور سونے چاندی کی طرح ہے اول بھٹی میں ڈالا جاتا ہے کہ خالص ہو جائے اور میل کچیل سے صاف ہو

کھوٹ نکل جائے جب میل وغیرہ سے صاف ہو جاتی ہے اور یا ہر نکالی جاتی ہے تو تمام آلائشوں سے صاف ہو کر بالکل خالص نکل آتی ہے۔ اور وہی لوگوں کے کام آتی ہے۔

دونوں مثالیں ذکر فرمانے کے بعد عزوجل ان کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق فیصلہ سناتے ہیں کہ

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (رعد ع)

جو اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور جو اس کی اطاعت نہیں کرتے اگر ان کے پاس زمین کی تمام چیزیں ہے ساتھ اتنی ہی اور چیزیں بھی ہوں تو اپنی جان کے عوض فدیہ دینے کو تیار ہو جائیں (مگر ان کے ہاں کچھ بھی نہیں ہوگا) ان کے لئے برا حساب ہے۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت برا بچھونا ہے۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ عزوجل نے حیات کو نور کی اور موت کو ظلمت کی حیثیت دی ہے۔ تو گویا روحانی وجسمانی ہر دو وجود کی حیات نور کے ساتھ قائم ہے۔ اور جس طرح وہ روشنی وضو کا مادہ ہے اسی طرح ہی وہ مادہ حیات ہے۔ لہذا جس طرح اس کے بغیر روشنی مشکل ہے اسی طرح اس کے بغیر زندگی ناممکن ہے اور جس طرح اسی پر حیات موقوف ہے اسی طرح وسعت قلبی بھی اسی پر موقوف ہے۔ چنانچہ زندگی میں آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ

إِذَا دَخَلَ النُّورُ الْقَلْبَ انْفَسَحَ وَانْشَرَحَ فَقَالُوا فَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: الْإِنَابَةُ إِلَى دَارِ الْخُلُودِ وَالتَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُولِهٖ

جب نور دل میں داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ و فراخ ہو جاتا ہے صحابہ نے دریافت کیا انشراح صدر کی علامت کیا ہے؟ فرمایا دار الغرور (دنیا) کے فریب خانہ سے دل کا ہٹ جانا دار الخلود آخرت کی طرف رجوع رکھنا اور موت آنے سے پہلے اس کا توشہ جمع کر لینا

اور آدمی کا نور وہی اس کے عمل و کلمات ہیں جو عز وجل کی طرف صعود کرتے ہیں کیونکہ عز وجل کی جانب طیب کلمے ہی صعود کرتے ہیں اور وہ نور ہیں اور ان کا منبع بھی نور ہے پھر اعمال میں سے عمل صالح اور ارواح سے ارواح طیبہ ہی بہتر ہیں۔ اور یہ دو قسم ہیں اول ارواح مومنین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ شریعت کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ دوم ارواح ملائکہ جو نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ وَخُلِقَتِ الشَّيَاطِينُ مِنْ نَارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ

فرشتوں کو نور سے شیاطین کو آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے

ارواحِ طیبہ و ارواحِ خبیثہ

تو جب فرشتے نوری ثابت ہوئے اور ان کا اصل مادہ نور ہے تو وہ اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں اسی طرح فوت ہو کر مومنین کے ارواح بھی عزوجل کی جانب اوپر چڑھتے ہیں۔ اور پہلے دوسرے تیسرے حتیٰ کہ ساتوں آسمانوں تک کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ بعد ازاں ان کا نام اہل علیین کے رجسٹر میں درج کر دیا جاتا ہے۔ تو چونکہ یہ روح طیب پاکیزہ اور نورانی و چمکتا ہوا روح تھا۔ لہٰذا وہ فرشتوں کے ساتھ اوپر چڑھتا گیا۔ مگر خبیث و گندے اور برے لوگوں کے روح کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ نہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور نہ ہی وہ خدا تعالیٰ کے ہاں پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اسے حقیر کر کے آسمان دنیا سے رد کر کے ارواحِ خبیثہ کی دنیا میں واپس کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ارضی و سفلی تھا اور پہلا علوی و سماوی تھا۔ تو گویا جو روح جس خمیر جس اصل اور جس عنصر کی تھی اسے اسی طرف رد کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ بیان براء بن عازب کی طویل حدیث میں موجود ہے جو مسند احمد و صحیح ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح حاکم وغیرہ میں مروی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے[1]

---

[1] اسے حافظ منذری نے ترغیب و ترہیب صفحہ ۴۹ج ۲ کے باب عذاب القبر میں براء بن عازب سے روایت کیا ہے کہ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَھَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ (باقی ص ۱۹۲)

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ عزوجل کی طرف صرف وہی اعمال و اقوال و
ارواح صعود کرتے ہیں جو نور ہوں۔ اور سب سے زیادہ وہی شخص نور والا ہوگا
جو خدا کو زیادہ معزز اور خدا کے زیادہ قریب ہو۔

مسند احمد میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ خَلْقَہٗ فِیْ ظُلْمَۃٍ وَاَلْقٰی عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَہٗ ضَلَّ فَلِذٰلِکَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی	عزوجل نے مخلوق کو پیدا کر کے ان پر اپنے نور کی تجلی فرمائی جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ایک راہ پا گیا اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ قلم علم الٰہی پر خشک ہو گیا

یہ عظیم الشان حدیث اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور
اس سے مسئلہ تقدیر اور تقدیر کے اسرار و رموز کے بے شمار مسائل حل ہو
سکتے ہیں واللہ تعالیٰ الموفق

نور فطرت و نور وحی

یہ نور جسے عزوجل نے ازل کے روز القا
فرمایا تھا اسی سے لوگوں نے نجات
و ہدایت پائی۔ نور فطرت کو بھی اس سے حصہ ملا اگرچہ کہ وہ حصہ تمام و
کمال ایک مستقل حصہ نہ تھا اس لئے عزوجل نے دوسرے روح کے ساتھ

(۱) [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الترمذی [illegible]
منذری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ان سے صحیح بین الصحاح لیا گیا ہے

جو انبیاء علیہم السلام پر القاء فرمایا تھا اور اس نور نبوت کے ساتھ جو انہیں وحی فرمایا تھا اس کی تکمیل فرمائی۔ تو فطرت کو ایک نوازل کے نور سابقہ نور عنایت ہوا تھا اب اس نور فطرت سے نور وحی و نور نبوت بھی مل کر نور علی نور ہو گئے جس سے دل روشن ہو گئے چہرے منور ہو گئے۔ روح زندہ ہو گئے، اور طاعت کے لئے اعضاء جوارح برضا و رغبت مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ لہذا دل کو زندگی پر زندگی مل گئی پہلی حیات کے ساتھ ایک اور حیات مل گئی۔

صفات خداوندی کے انوار کا مشاہدہ

پھر اس نور نے دلوں کو ایک دوسرے نور کا پتہ دیا۔ جو اس سے بھی عظیم الشان جلیل القدر ہے۔ اور وہ خدا تعالے کی صفات علیا کا نور جس میں باقی تمام نور مضمحل ہو جاتے ہیں۔ تو دلوں نے بصیرت ایمانی سے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جس کی دل کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مرئیات کی آنکھ سے ہوتی ہے یعنی دلوں نے اس کا اس طرح مشاہدہ کیا جیسے کوئی چیز برای العین دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر لقین اس قدر غالب و مستولی ہو چکا ہوتا ہے اور حقائق ایمانی اس قدر منکشف ہو چکے ہوتے ہیں گویا وہ بالکل ظاہر بالبر نمایاں طور پر عرش آلہی اور عرش آلہی پر عزوجل کو اسی طرح مستوی ہوتے دیکھ رہا ہے جس طرح اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں خبر دی ہے کہ وہ کائنات عالم کے

اور مختلف سوال و حاجات کے شور و غل میں ہر سوال کا جواب دیتا ہے ہر ایک
کی حاجت روائی کرتا ہے اور ہر آواز و ہر بولی و ہر سوال کو پوری طرح سنتا
سمجھتا اور جانتا ہے نہ ایک کو سننے دوسرا جاتا رہتا ہے نہ ایک کی طرف خیال
کرنے دوسرے کو بھولتا ہے۔ اور نہ ہی کثرت مسائل کے باعث وہ کسی
قسم کی لغزش و غلطی کھاتا ہے۔ اور نہ ہی حاجتمندوں کے الحاح سے پریشان
خاطر ہوتا ہے، پھر وسعت سمع کی طرح اس کی آنکھ بھی تمام مرئیات و غیر
مرئیات کو دیکھ رہی ہے۔ حتی کہ اندھیری رات میں بے شگاف پتھر پر چلتی
ہوئی سیاہ چیونٹی کی حرکت کو بھی دیکھتا ہے۔ لہذا ہر غائب اس کے
نزدیک حاضر اور خفیہ اس کے نزدیک بالکل علانیہ کی طرح ہے۔ وہ پوشیدہ
و پوشیدہ تر دونوں کو برابر جانتا ہے۔ پوشیدہ وہ ہے جو انسان کے دل میں
کھٹکتا ہو۔ مگر ہونٹوں سے نہ نکلا ہو۔ اور اخفی یعنی پوشیدہ تر وہ ہے جو دل
میں بھی نہ ہو وہ اسے بھی جانتا ہے کہ فلاں وقت اس کے دل میں فلاں
چیز کھٹکے گی۔ غرضیکہ خلق و امر یعنی پیدا کرنا اور حکم دینا صرف اسی کے لئے
مخصوص ہے۔ تمام تر اسی کا ملک ہے اسی کی حکمرانی ہے اسی کے لئے
حمد و ثنا ہے۔ اور دنیا و آخرت بھی اسی کی ہے ہر نعمت و ہر فضل اسی کا ہی
ہے اور وہی بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ تمام ملک اسی کی
ملک اور تمام تر حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔ تمام تر خیر و برکت صرف اسی کے
دست قدرت میں ہے اور اسی کی طرف تمام سب کا مرجع و مآل ہے۔ اس کی
قدرت ہر شے کو شامل اس کی رحمت ہر چیز کو وسیع۔ لہذا اس کی نعمت ہر

کا دستِ جود ہر وقت بھرا بھرا ہے کھلے دل سے خرچ کرنا اس سے ذرہ بھر کم نہیں کرتا۔ ابتدائے آفرینش سے دن رات لگاتار خرچ کرتا آ رہا ہے۔ کیا کبھی کم ہوتا نظر آیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر دم بھرا ہی نظر آیا ہے۔ تمام بندوں کے دل اور پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور تمام امور کی باگ ڈور اسی کی مشیّت وقدرت سے بندھی ہے۔ تمام زمینیں قیامت کو اس کی ایک مٹھی ہیں۔ اور تمام آسمان ایک ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے وہ تمام آسمانوں کو ایک ہاتھ میں اور زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں پکڑ کر جھنجھوڑے گا۔ اور ہلا کر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ میں ہوں شہنشاہ عالم میں ہی وہ ذات ہوں جس نے دنیا پیدا کی اور وہ پہلے کچھ بھی نہ تھی اور میں ہی دوبارہ اسے لوٹاؤں گا جیسے اسے اولاً پیدا کیا تھا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جسے وہ معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت وسوال ایسا نہیں جسے پورا کرنے سے وہ قاصر رہ جائے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے، پہلے پچھلے جن وانسان سب سے متقی و پرہیزگار اور پاک دل بن جائیں تو یہ پرہیزگاری واتقاء اس کے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے

کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس کی مغفرت سے زیادہ رہے اور وہ اسے معاف نہ کر سکے اور کوئی حاجت وسوال ایسا نہیں جو اس کی عطا والعطایات سے باقی بچ رہے۔ اور اس کے پورا کرنے سے قاصر رہے۔ کہ اس کے خزانے ختم ہو گئے ہوں۔ اس کی جود ومغفرت کا تو یہ حال ہے کہ

اگر آسمانوں اور زمین کے تمام بسنے والے پہلے پچھلے جن وانسان

سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ایک دل انسان بن جائیں تو پرہیزگاری
والتقاء اس کے ملک میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کرسکتے۔ اسی طرح اگر تمام
پہلے پچھلے جن و انسان سب سے زیادہ فاسق و فاجر ہو جائیں تو اس کے ملک
میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کر سکتے علی ہذا القیاس تمام آسمانوں اور زمین
کے رہنے والے جن و انسان زندے و مردے اچھے اور برے تمام کے
تمام ایک میدان میں جمع ہو کر اپنی حاجات طلب کرنے لگ جائیں اور ہر
ایک کا سوال پورا کیا جاتا رہے اور ہر ایک کی منہ مانگی مراد پوری کی جائے تو
اس کے خزانے سے ذرہ برابر بھی کم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتدائے آفرینش سے
اختتام دنیا تک کے روئے زمین کے درخت سر اسر قلمیں بن جائیں اور ایک
سمندر کے ساتھ اور سات سمندر مل کر سیاہی بن جائیں پھر ان قلموں اور سیاہی
سے عزوجل کے تمام کلمات تحریر کئے جائیں تو قلمیں ختم ہو جائیں سیاہی ختم
ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ کے کلمات کبھی نہ ختم ہوں اور خدائے جل و
علا کے کلمات ختم اور فنا بھی کیسے ہو جائیں حالانکہ ان کی ابتداء ہے
نہ انتہا اور مخلوق کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی لہذا مخلوق ہی ختم و فنا کے
قابل ہے اور مخلوق غیر مخلوق کو فنا بھی کیسے کر سکتی ہے و جب کہ وہ اول
ہے تو اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ سب سے آخر ہے جس کے بعد
کچھ نہیں وہ ظاہر ہے جس سے اور زیادہ واضح کچھ نہیں وہ باطن ہے
جس سے دور کوئی چیز نہیں اور وہ ،، منزہ ہے از ان تمام چیزوں
سے جن کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی پرستش کی جاتی ہے جن کی حمد و ثنا

کی جاتی ہے جن کا فکر کیا جاتا ہے مصیبت میں جن کی جستجو کی جاتی ہے سب سے زیادہ قابل ذکر، قابل عبادت، قابل حمد، لائق شکر اور سب سے زیادہ معاون و مددگار ہے۔ وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ان تمام سے زیادہ سخی ہے جن کے سامنے دست سوال دراز کیا جاتا ہے ان سب سے زیادہ درگذر کرنیوالا ہے جو طاقت رکھنے کے باوجود درگذر کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ کریم ہے جن کا قصد کیا جاتا ہے۔ اور جملہ انتقام لینے والوں سے زیادہ عادل و منصف ہے۔

وہ ایسا نہیں کہ علم ہونے کے باعث حلم کرتا ہو یا طاقت نہ ہونے کی وجہ سے معاف کرنے پر مجبور ہو۔ یا قدرت نہ رکھنے کے باعث بخش دیا کرتا ہو۔ یا سوچ فکر اور حکمت و دانائی کے بغیر کوئی چیز دینے سے روک لیتا ہو یا رحمت و احسان سے خالی ہو کر محبت و موالات کرتا ہو۔ بلکہ علم رکھتے ہوئے حلم کرتا ہے۔ قدرت رکھتے ہوئے درگذر کرتا ہے، طاقت رکھتے ہوئے بخش دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی چیز کو روکتا ہے۔ اور محض اپنے فضل و رحمت اور جود و احسان سے کسی کے ساتھ محبت و موالات کرتا ہے۔ ؎

مَا لِلْعِبَادِ عَلَيْهِ حَقٌّ وَاجِبٌ	خدا تعالیٰ پر بندوں کا کوئی حق واجب
كَلَّا وَلَا سَعْيٌ لَدَيْهِ ضَائِعٌ	نہیں۔ اور نہ ہی عزوجل کے ہاں کسی کی
إِنْ عُذِّبُوا فَبِعَدْلِهِ أَوْ نُعِّمُوا	کوشش ضائع و بے سود جاتی ہے
فَبِفَضْلِهِ وَهُوَ الْكَرِيمُ الْوَاسِعُ	اگر عذاب میں ڈالے جائیں۔ تو یہ

يَقُولَ لَهٗ كُن فَيَكُونُ ٥ (یٰسٓ ع ۵)	جاہے تو اسے کہہ دیتا ہے ہو جا، بس فوراً ہو جاتا ہے۔

تو جب دل پر ان انوار صفات کی تجلی ہوتی ہے۔ تو ان کے ہوتے ہوئے سب نور مضمحل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد ایسے حالات طاری ہوتے ہیں جو نہ دل میں کھٹک سکتے ہیں۔ نہ عبارت میں سما سکتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ ذکر دل کو منور چہرہ کو نورانی اور اعضا کو روشن کر کے سب کو نور علی نور بنا دیتا ہے۔ اور یہی وہ نور ہے جو انسان کے ہاں دنیا و آخرت اور برزخ و قیامت میں موجود ہوگا۔

ذاکر کے دل میں جس قدر نور ایمانی ہوتا ہے۔ اسی تناسب سے اس سے اعمال و اقوال صادر ہوتے ہیں۔ اور ان میں نور و برہان ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض مومنوں کے اعمال جب خدا تعالےٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ تو سورج کے نور کے برابر ان کی روشنی ہوتی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس جب مومن کی روح خدا تعالےٰ کے ہاں پہنچتی ہے۔ تو آفتاب کی طرح ہر طرف روشنیاں پھیل جاتی ہے۔ اسی طرح پلصراط کو جاتے ہوئے ان کے آگے آگے نور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ان کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ عزوجل ہمیں بھی عنایت فرمائے۔

ذکر راس الاصول ہے

ذکر راس الاصول عوام کا طریق، اور

ملتی روایت ہے جس پر اس کا ادنیٰ سا حصہ بھی مفتوح ہو گیا۔ تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ عزوجل تک پہنچنے کے تمام دروازے اس پر کھل گئے

لہذا اب اس کا فرض ہے کہ طہارت کر کے اپنے پروردگار عزوجل کے سامنے
بیٹھ کر لگ جائے اس لئے کہ اس سے مطلوب حاصل ہو جائیگا۔ اور
حسب خواہش جملہ ضروریات پوری ہونگی۔ اگر اس نے اپنے رب کو پا لیا
تو گویا سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اور اگر خدا تعالے تک اسکی رسائی نہ ہوسکی تو سب
کچھ ضائع و برباد ہو گیا۔

۲۸۔ ذکر الٰہی سے فاقہ قلبی کا انسداد

دل میں ہر وقت ایک حاجت اور ایک فاقہ موجود ہوتا ہے جس کا انسداد ذکر الٰہی کے سوا کوئی چیز
نہیں کرسکتی جب ذکر دل کا اس طرح شعار بن جائے کہ اصالۃً وہی ذاکر ہو اور
زبان محض اس کی تابع ہو۔ تو یہی وہ ذکر ہے جو تکمیل حاجات اور فاقہ کو ساقط
کا موجب ہو سکتا ہے اور جس کے ہوتے ہوئے انسان مال کے بغیر بھی
غنی، قبیلہ و کنبہ نہ ہونے کے باوجود معزز اور حکومت کے بغیر بھی بارعب
اور ہیبت ہوتا ہے۔ مگر جب ذکر الٰہی سے غفلت کرے تو معاملہ اس کے
بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ اور کثرت اموال و جائدات کے باوجود فقیر، حکومت کے
باوجود ذلیل اور بے شمار رشتہ داروں اور کنبہ قبیلوں کے باوجود تمام لوگوں
کی نظروں میں حقیر و ذلیل اور خسیس ہوتا ہے۔

۲۹۔ ذکر متفرق کو جمع، مجموع کو متفرق، قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرتا ہے

ذکر میں چار خوبیاں ہیں متفرق کو جمع کرنا اور مجموع کو متفرق کرنا قریب

کو بعید، اور بعید کو قریب کرنا جمع کی صورت یہ ہے کہ انسان کے پراگندہ دل، پراگندہ ارادہ، پراگندہ محبت، پراگندہ خشوع و تذلل، اور پراگندہ و متفرق عزائم کو جمع کرتا اور تمام پراگندگیاں رفع کر کے جملہ چیزوں کو درست کر دیتا ہے، اور بنظر غور دیکھا جائے تو ان تمام چیزوں کی پراگندگی تشتت و افتراق ہی انسان کے لئے سراسر عذاب و وبال جان ہے۔

اور دل و فکر اور عزم و ارادہ کی جمعیت میں ہی زندگی و حیات اور جملہ نعمت و انعامات مرکوز ہیں

تفرق کی صورت یہ ہے کہ انسان پر غم و تفکرات، ہم و اندوہ، کسی کام اور مطلوبہ خواہشات میں ناکامی و نامرادی پر حسرت و افسوس، اور جملہ مصائب جس قدر بھی انسان پر جمع ہو جاتے ہیں سب کو متفرق و منتشر کر دیتا ہے، علیٰ ہذا القیاس جس قدر گناہ و خطا کاریاں، بدکاریاں و بدنامیاں اس پر گھیرا ڈال لیں، سب کو یکدم رفوچکر کر دیتا ہے۔ اور سب ایک ایک کر کے اس سے چھٹ کر مضمحل و مفقود اور لاشے ہو جاتی ہیں اسی طرح اس کی جماعت پر جتنے بھی شیطانی لشکر چڑھ کر جمع ہو آتے ہیں بار بار کر ایک منٹ میں انہیں بھگا دیتا ہے۔ اور یاد رکھئے ایسے شخص پر شیطانی لشکروں کا حملہ و ہجوم لابدی ہے کیونکہ ابلیس ہر وقت اور ہر ساعت فوج در فوج اور لشکر پر لشکر روانہ کرتا رہتا ہے۔ اور ذاکر جتنا خدا تعالیٰ کا زیادہ طالب ہوگا۔ اور عشق الٰہی میں جتنا زیادہ پختہ کار ہوگا خدائی تعلقات و ارادات میں جس قدر اس

کامل التعلق ہوگا۔ اور اپنے اندر جتنی زیادہ خیر و برکت، نیکی و بھلائی اور عشق
الٰہی رکھتا ہوگا، اسی تناسب سے اسے گمراہ کرنے کے لئے زیادہ صاحب
شان و شوکت و صاحب قوت و سطوت اور بے شمار و بھاری بھرکم
لشکروں کی ضرورت ہوگی اور وہ اس میں کوتاہی نہیں کریگا جن کا مقابلہ
کرنا، جسے ہزیمت دینا اور جسے متفرق و منتشر کرنا انتہائی لازمی ہے اور یہ کام
صرف دوام ذکر سے نکل سکے گا، اور اس کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ
ہمیشہ ذکر الٰہی میں انسان رطب اللسان رہے

لعب کو فریب کرنا یہ ہے کہ خدا کی یاد میں شیطان اور انسان کی اپنی
خواہشات اور طویل امیدیں جس سے آخرت کو دور اور انسان کی نظر سے
اوجھل کر دیتی ہیں وہی آخرت خدا تعالیٰ کی یاد میں منہمک ہونے سے بالکل
قریب آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اس لئے وہ ذکر میں اس قدر [illegible]
مشغول ہو جاتا ہے، گویا قیامت بپا ہو گئی اور وہ عین میدان قیامت میں
خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کو بالکل تیار کھڑا ہے یہ حالت
طاری ہوتے ہی دنیا خود بخود اس کی نظر میں ذلیل و حقیر دکھائی دینے
لگتی ہے اور دل میں آخرت کی عظمت و شان و شوکت کا سکہ بیٹھ جاتا
ہے وہی دنیا جو کل تک قریب نظر آتی تھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے
اور وہی آخرت جو آج تک دور معلوم ہوتی تھی آنکھوں کے سامنے نقشہ بن
کر نمودار ہو جاتی ہے کیونکہ دل میں آخرت قریب ہو گی تو دنیا دور ہوتی جا
ئے گی حتیٰ کہ آخرت ایک مرحلہ قریب ہو گی تو دنیا ایک مرحلہ دور ہو گی۔ اور

آخرت کو دل میں قریب کرنا از بس ضروری و لابدی ہے جو صرف اسی صورت قریب ہو سکتی ہے کہ انسان ہر وقت ہر آن ذکر میں رطب اللسان رہے

۱۴۔ ذکر بیداری قلب کا موجب

ذکر دل کو نیند سے ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار کر دیتا ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ دل غفلت کی نیند سو چکا ہو تو اس کی سینکڑوں تجارتیں خراب۔ اور ہزاروں منافع برباد اور سر بسر خسارہ ہی خسارہ ہوتا ہے۔ مگر جب نیند سے بیدار اور خواب غفلت سے ہشیار ہو کر اسے پتہ چلتا ہے کہ سونے سے میری فلاں تجارتیں خراب ہوئیں اتنے منافع برباد ہو گئے اور اتنے خسارے لازم آئے۔ تو پہلے سے بھی زیادہ چالاک اور چاک چوبند ہو کر تلافی مافات کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے بقیہ عمر بھر کے لئے ہشیار و بیدار ہو کر زندگی بسر کرتا ہے اور غفلت و سستی اور نیند کو قریب تک نہیں آنے دیتا۔ اور یہ بیداری و ہوشیاری صرف ذکر الٰہی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ذکر الٰہی سے غافل رہنا ہی گہری نیند اور خواب غفلت کا موجب ہوتی ہے۔

۱۵۔ ذکر شجر معرفت ہے

ذکر وہ درخت ہے جس پر احوال و معارف الٰہی کے وہ پھل لگتے ہیں جن پر سالک و عارف لوگ جان دیتے ہیں اور یہ پھل صرف ذکر الٰہی کے شجر سے حاصل ہو سکتے ہیں پھر جس قدر اس درخت کا ثمر زیادہ ہوگا جڑیں راسخ و مضبوط ہوں گی اسی قدر زیادہ پھلدار ہوگا

مقام لغزش

جو معیت ذاکر کو نصیب ہوتی ہے اس سے کوئی
معیت بشری و مشابہت نہیں کر سکتی اور یہ
اس معیت سے اخص ہوتی ہے جو ایک محسن و متقی کو عنایت ہوتی ہے بلکہ یہ
ایسی معیت ہے جو نہ عبادت سے حاصل ہوتی ہے نہ وصف سے بلکہ
ذوق و وجدان سے معلوم ہوتی ہے اور یہی مقام لغزش ہے جہاں انسان
کفر کے قریب تر پہنچ جاتا ہے اور جب تک اس معیت کے ساتھ ساتھ
بندہ اور رب قدیم و حادث خالق و مخلوق اور عابد و معبود میں فرق
نہ کرے تو اسلام سے خارج اور حلولیہ یا عیسائیوں سے جا ملتا ہے
باوجود یہ کہ قائلین وحدت وجود میں داخل ہوتا ہے جو وجود باری تعالیٰ
کو عین موجودات کا وجود سمجھتے ہیں بلکہ ان کے خیال میں نہ کوئی رب ہے
نہ بندہ نہ مخلوقات ہے نہ خدا ہے بر حق بلکہ وہ تو رب کو بندہ اور بندہ کو
رب اور مخلوقات کو حق تعالیٰ تصور کرتے ہیں حالانکہ عز و جل تو ان
کے بکواسات سے بالکل پاک اور منزہ ہے

الغرض مقصود یہ ہے کہ انسان صحیح عقیدہ پر رہے تو بہتر ورنہ
جب ذکر و افکار کا غلبہ و تسلط پوری طرح اس پر مستولی ہو جائے کہ خدا
کی یاد بلکہ خود اس کا نفس اس کے دل سے غائب و مخفی ہو جائے اور
پھر اس کو خدا نظر آئے تو یقیناً حلول و اتحاد جیسے عقائد فاسد میں
مبتلا ہو کر وہ شریعت اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور مرتد و ملعون
ہو کر مرے گا۔

ذکرِ صدقہ و جہاد سے افضل ہے نمبر ۳۴

ذکرِ الٰہی غلام آزاد

کرنے خدا کی راہ میں مال لٹانے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سواری پیش کرنے اور تلوار لیکر میدان جہاد میں خود اپنے نفس کو پیش کرنے کے برابر و مساوی ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ

"جو شخص روزانہ سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ سو برائیاں محو کی جاتی ہیں اور صبح سے شام تک اس دن شیطان سے مصئون و محفوظ رہتا ہے" الحدیث

قول ابو درداءؓ

ابن ابی الدنیا بواسطہ اعمش از سالم بن ابی الجعد ذکر فرماتے ہیں کہ کسی نے ابو درداءؓ کو بتایا کہ فلاں شخص نے سو غلام آزاد کیا ہے۔ تو فرمایا کہ سو غلام بہت کافی اور افضل ترین صدقہ ہے لیکن اس سے بھی زیادہ افضل ترین وہ ایمان ہے جو انسان کے روز و شب لازم و ملزوم رہے اور انسان ہر وقت ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہے

قول عبداللہ بن مسعودؓ

عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ "سونے کے دینار سخاوت کرنے کی بجائے سبحان اللہ پڑھ لینا مجھے زیادہ پسند ہے۔

قول دیگر

ایک دفعہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرما

لگے تو دینار سخاوت کرنے کی بجائے اتنی دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کیجئے تو زیادہ مجھے پسند لگتا ہے۔ (عبداللہ بن عمرو نے فرمایا) راہ چلتے چلتے چند مرتبہ اللہ اکبر کہہ لینا مجھے جہاد میں گھوڑا پیش کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

ابو درداء کی صحیح الاسناد حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے لئے تمام اعمال سے بہتر خدا کے ہاں ازحد نفیس و پاکیزہ بلندی درجات کا اعلیٰ ذریعہ راہ خدا میں سونا چاندی لٹانے سے بھی بہتر بلکہ اس سے بھی بہتر ہو کہ دشمنان خدا سے لڑتے انہیں مارتے خود بھی جام شہادت نوش کر جاؤ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! فرمائیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خدا تعالے کا ذکر ہے (ابن ماجہ ترمذی حاکم لب صحیح)

ذکر راس الشکر ہے نمبر ۲۴

ذکر راس الشکر ہے جس نے ذکر چھوڑ دیا اس نے گویا خدا تعالے کا شکر ترک کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور عزوجل کی گفتگو

بیہقی رحمہ اللہ زید بن اسلم سے ذکر فرماتے ہیں کہ

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدایا تیرے انعامات تو بے شمار ہیں اب مجھے زیادہ شکر بجا لانے کا طریقہ بھی سکھلا دیجئے عزوجل نے جواب دیا مجھے کثرت سے یاد کیجئے کیونکہ آپ کثرت سے میرا ذکر کریں گے تو گویا آپ میرا

کثرت سے شکر بجا لائے اور مجھے بھلا دیا تو گویا آپ نے میری ناشکری کی"
شعب الایمان میں بیہقی رحمہ اللہ عبد اللہ بن سلام کا قول ذکر فرماتے ہیں کہ
موسیٰ علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا مولا! کونسا شکر آپ کے شایان ہے؟ عزو
جل نے وحی نازل فرمائی کہ میرے ذکر سے آپ کی زبان ہر وقت تر رہنی چاہیے
موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے بعض دفعہ جنبی ہوتا ہوں یا خانہ پیشاب سے استنجا
نہیں کیا ہوتا؟ عزوجل نے فرمایا کوئی حرج نہیں پھر فرمانے لگے، مولا! کیا
پڑھا کروں؟ فرمایا یہ پڑھا کیجیے

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ وَجَنِّبْنِي الْأَذٰى
وَسُبْحَانَكَ فَقِنِي الْأَذٰى

خدایا میں تیری حمد و ثنا اور تسبیح کہتا ہوں
مجھے گندگی سے دور رکھیے۔ خدایا تو پاک
ہے مجھے بھی گندگی سے نجات دیجیے۔

جماع و قضاء حاجت کے وقت خدا کی یاد اور اس کی تحقیق

میں (ابن قیم) کہتا ہوں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت خدا تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور کسی حالت
کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم جنابت و طہارت، ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے؛
رہی پیشاب یا خانے کی حالت تو اس وقت آنحضرت کو کوئی دیکھتا
ہی نہیں ہوتا تھا کہ واقعہ نقل کرے البتہ آنجناب نے اپنی امت کو جو پاخانہ پیشاب

سے قبل و بعد کی دعائیں سکھائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی

بسم جہر سے اور قضاء حاجت سے قبل و بعد بھی انسان کا ذکر سے خالی

نہیں ہونا چاہیے علی ہذا القیاس جماع کے وقت بھی ذکر شروع فرمایا

کہ یوں کہنا چاہیے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ	بسم اللہ اے اللہ ہمیں اور ہماری اولاد کو
وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا	شیطان سے بچا جو تو ہم کو دے

رہی عین قضاء حاجت و جماع کی حالت تو اس وقت بھی دل میں

ذکر الٰہی مکروہ نہیں کیونکہ دل کو ذکر الٰہی کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں اور

تمام دنیا سے محبوب ترین خدا کی یاد سے دل بھر لینا اس کے لیے ناممکن

ہے اور وہ اگر دل کو خدا فراموشی کی تکلیف دے تو یہ تکلیف بالمحال ہے

جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔ شعر

یُرَادُ مِنَ الْقَلْبِ نِسْیَانُکُمْ	دل سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں
وَتَأْبَی الطِّبَاعُ عَلَی النَّاقِلِ	بھول جائیں مگر طبیعت نقل کرنے

والے کیلئے انکار کرتی ہے۔

البتہ اس خاص حالت میں زبان سے کچھ کہنا تو آنحضرت نے منع

فرمایا ہے نہ مشروع اور نہ ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی

سے ابن عباس سے مروی ہے کہ اپنی بیوی سے ارادہ مجامعت کے وقت جو شخص

دعا پڑھے تو اس سے جو اولاد ملے گی اسے شیطان تکلیف نہیں دے گا اسے بخاری

ومسلم احمد و اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے

سے منقول ہے اور عبداللہ بن ابی الہذیل فرماتے ہیں
کہ پاخانہ و پیشاب کے سوا ہر حالت بلکہ کوچہ و بازار میں بھی خدا کا ذکر
کرنا خدا تعالے کو محبوب تر ہے۔ رہی قضاء حاجت و جماع کی حالت تو ایسی
حالت میں اسے اتنا کافی ہے کہ حیا و مراقبہ اور خوف خدا کو اپنا شعار بنائے
اور انعامات و احسانات الٰہی کو ذہن نشین رکھے۔ یہی طریقہ اس وقت کا سب سے
اعلیٰ ذکر ہے۔ کیونکہ ہر حالت کے لئے اس کا ذکر اس کے مناسب حال ہوتا
ہے۔ اور اس مخصوص حالت کے لائق و مناسب یہی طریقہ ہے کہ انسان
خدا کی ہیبت و جلال اور شان و شوکت کا خوف لئے عزوجل سے شرم و
حیا کی چادر اوڑھ لے اور اس دشمن جان و موذی چیز (پاخانہ پیشاب)
کے اخراج پر جو اندر ہی رک کر قولنج بن جائے تو ہلاکت نفس و وبال جان
بن جائے۔ خدا تعالے کے انعام و احسانات کو مت بھولے۔ کیونکہ جس
طرح خدا کھانا نعمت ہے اسی طرح اس مادہ فاسد کا خروج و دفعیہ بھی
یقیناً خدا کا انعام ہے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ قضاء حاجت سے نکلتے وقت شکم پر ہاتھ پھیرتے
اور فرماتے یہ بھی خدا تعالے کی بڑی نعمت ہے۔ کاش لوگوں کو اس کا
قدر ہو سلف صالحین میں سے ایک بزرگ یہ کہا کرتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَہٗ وَاَبْقٰی فِیَّ مَنْفَعَتَہٗ وَاَذْھَبَ عَنِّیْ مَضَرَّتَہٗ	عزوجل کا شکر جس نے طعام کھلا کر ذائقہ و لذت سے حظ اندوز فرمایا اس کے منافع کو بدن میں رکھا اور نقصانات

سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق اور معزز وہ شخص ہے
جس کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے اوامر و
نواہی کا اسے از حد پاس ہوتا ہے ہر وقت اسے ان کا لحاظ رکھنا ہوتا ہے
اور ذکر اس کی گھٹی و نشاء میں چکا ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تقویٰ
اس کے لئے دخول جنت اور دوزخ سے نجات کا موجب ہو جاتا ہے
اور دخول جنت و نجات نار معمولی چیز نہیں بلکہ بہترین ثواب و اعلیٰ قسم کا اجر
ہے اور ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو اٹھا کر خدا تعالیٰ کے قرب
حضور اور بارگاہ الٰہی میں پہنچا دیتی ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب ہی سب سے
بہترین و اعلیٰ منزلت و مقام ہے۔

ثواب کی غرض سے عمل کرنے والوں اور قرب الٰہی کے لئے عمل کرنے والوں کا فرق

اور آخرت کے لئے عمل کرنے والے لوگ دو قسم ہیں۔ بعض تو اجر
و ثواب کی غرض سے عمل کرتے ہیں، اور بعض ایسے ہیں جو محض خدا تعالیٰ
کے ہاں درجہ و منزلت اور قرب حاصل کرنے کی بنا پر عمل و تعمیل بجا لاتے
ہیں اس لئے ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے ہاں قرب و منزلت اور وسیلہ
کی طلب میں دوسرے فریق سے بڑھ چڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ اور عزّ و
جلّ کے قرب و جوار کے حصول کی خاطر جان دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں
عزّ و جلّ نے سورۃ حدید میں دو انواع قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا کہ

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (حدید ع ۲)

صدقہ کرنے والے مردوں اور عورتوں اور خدا کو قرض حسنہ دینے والوں کے صدقے و قرض کو دوچند کر کے دیا جائیگا اور ان کے لئے بہترین اجر ہے

پہلا فریق یہ پہلا فریق ہے جو اجر و ثواب کی غرض سے عمل کرتا ہے پھر فرمایا

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ (حدید ع ۲)

جو خدا تعالےٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق ہیں

یہ اصحاب قرب و منزلت ہیں پھر فرمایا

وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (حدید ع ۲)

اور شہدا خدا تعالےٰ کے پاس ہوں گے انہیں اجر بھی ملیگا اور نور بھی عنایت ہوگا

اس جملہ میں اختلاف ہے بعض نے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ پر اس کا عطف ڈال کر یہ مطلب لیا ہے کہ عزوجل مومنین کے متعلق یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ یہی صدیق ہیں اور یہی شاہد جو قیامت کو تمام امتوں پر شاہد ہوں گے اور شہادت دینگے ان کے متعلق یہ خبر دی کہ ان کو اجر ملے گا لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ تو گویا عزوجل نے ان کے متعلق چار چیزوں کی خبر دی ہے جن میں ایک یہ ہے کہ وہ صدیقین و شہدا ہیں اور یہی قرب مرتبت و قرب منزلت ہے

دوسرا فریق دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہاں عطف نہیں بلکہ اَلصِّدِّيْقُوْنَ

کے بعد از سر نو ابتدا از شہدا کی حالت بیان فرمائی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب و حضور میں ہوں گے اور انہیں ان کا اجر و ثواب اور نور عنایت ہوگا، تو پہلے نیکوکار و اہل احسان متصدقین کا تذکرہ فرمایا پھر مومنین کا ذکر فرمایا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو کر جڑیں مار چکا ہے۔ اور شربت ایمان سے لبالب بھر چکے ہیں لہٰذا یہ لوگ صدیقون لہٰذا اہل علم و عمل ٹھہرے اور پہلا فریق اہل الحسن الاحسان یعنی نیکوکار و محسنین ہوا لیکن پھر بھی صدیق لوگ محسنین و نیکوکاروں سے صدیقیت میں کامل بلکہ اکمل ہیں۔ ان کے بعد پھر شہدائے امت اور ان پر نازل کردہ انعامات کا ذکر فرمایا کہ انہیں رزق ملیگا اور نور حاصل ہوگا کیونکہ جب انہوں نے اپنی جان تک خدا کے راہ میں قربان کر دی تو عزوجل نے اس کے عوض ان پر یہ انعام فرمایا کہ انہیں زندہ فرما کر رزق عنایت کیا انہیں رزق بھی ملتا ہے اور نور بھی ملیگا۔ یہ تھا سعید و نیک بخت لوگوں کا تذکرہ۔

اس کے بعد شقی و بدبخت لوگوں کا ذکر کیا، فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (حدید ع ۲) — جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا وہ دوزخی ہیں۔

اصحاب اجور و طالبین قرب

غرضیکہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عزوجل نے دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول اصحاب اجور دوم اصحاب منزلت و قربت اور انہی دو چیزوں (اجر و منزلت) کا فرعون نے جادوگروں سے

وعدہ فرمایا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ کی صورت میں انہیں انعام دیں گی

چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ جادوگروں نے کہا

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ | اگر ہم غالب آجائیں تو کیا ہمارے لیے کچھ ملے گا

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (اعراف ع) تو فرعون نے جواب دیا ہاں نہیں (بلکہ)

مزید برآں تمہیں اپنا مقرب بنا لوں گا۔

یعنی تمہیں دونوں چیزیں انعام کروں گا اجر بھی دوں گا اور اپنی بارگاہ

میں قرب و منزلت بھی بخشوں گا۔

بہرصورت عمال کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انہیں اجر ملے مگر عارف لوگ

اس لیے عمل کرتے ہیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور عزوجل

کے ہاں مرتبہ و منزلت بڑھے اور قلبیہ اہل دل عارفین کے اعمال بدنیہ اہل

ظاہر کے اعمال سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں اگرچہ بدنیہ اہل ظاہر کے اعمال

بھی بعض دفعہ اہل دل اور عارف لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہوا کرتے

عزوجل اور موسیٰ ع کا سوال جواب

بیہقی رحمۃ اللہ نے محمد بن کعب قرظی

سے ذکر کیا کہ انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرے پروردگار

کون آدمی تیرے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معزز اور برگزیدہ ہے؟

عزوجل نے جواب دیا جو ہر وقت میرے ذکر میں رطب اللسان رہے۔ پھر

فرمایا زیادہ عالم کون ہے؟ جواب ملا جو اپنے علم کے ساتھ ساتھ دوسروں

کا علم بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ پھر فرمایا زیادہ عادل کون ہے؟ جواب آیا جو شخص

خود اپنی ذات پر وہی فیصلہ صادر کرے جو غیر دل پر صادر کرتا ہے فیصلہ کرتے ہوئے اپنی اور غیر کی کسی کی رعایت نہ کرے پھر دریافت کیا زیادہ گنہگار کون ہے؟ فرمایا جو مجھے تہمت لگائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! تجھے بھی کوئی متہم کر سکتا ہے؟ فرمایا جو مجھ سے خیر و برکت تو طلب کرے، مگر میری تقدیر سے منہ چڑھائے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہ

نیز بیہقی نے ابن عباس سے بھی بیان فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے، تو دریافت کیا کہ مولا! تجھے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا، جو مجھے ہر وقت یاد رکھے، اور کسی وقت نہ بھولے۔

کعب رضی اللہ عنہ کا قول

کعب فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا میرے مالک! آپ قریب ہیں؟ کہ تجھے آہستہ بلاؤں اور مناجات کروں یا بعید ہیں؟ کہ تجھے زور سے بلاؤں عزوجل نے فرمایا موسیٰ جو میرا ذکر کرتے ہیں اس کا ہم جلیس و ہم مجلس ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مولا! میں تو بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنا بالکل نامناسب ہے عزوجل نے فرمایا وہ کونسی حالت؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قضاء حاجت یا جنابت کی حالت فرمایا کوئی حرج نہیں ہر حالت میں یاد رکھئے۔ اور خدا کا ذکر بجا لائیے۔

عبید بن عمیر نے فرمایا مومن کے نامہ اعمال میں صرف سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ کا موجود ہونا روئے زمین کے پہاڑوں برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے

رکھتے ہیں بلکہ ہر شجر و حجر کے پاس بھی خدا تعالےٰ کا ذکر کیجئے۔ پھر کہا کچھ اور فرمانے لگے

ابومسلم نے فرمایا خدا کا اس قدر ذکر کیجئے کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں وہ شخص کہتا ہے۔ ابومسلم بجد ذکر کیا کرتے تھے کسی آدمی نے آپ کو ذکر کرتے دیکھ پایا

اور لوگوں سے کہنے لگا یہ تمہارا آدمی پاگل ہو رہے تو بے وقوف تو نہیں؟ ابومسلم نے بھی سن لیا۔ اور جواب دیا کہ یہ فعل تو جنون نہیں البتہ یہ ذاکر (ابومسلم) ضرور

مجنون ہے۔

ذکر سے قساوت قلبی کا علاج نمبر ۲۶

دل میں قساوت و سختی ہوتی ہے جسے ذکر الٰہی پگھلا کر تحلیل کر سکتا ہے اس لئے انسان کو ذکر الٰہی کے ساتھ اپنی قساوت قلبی و سخت دلی کا علاج کرنا چاہیئے۔

حماد بن زید معلی بن زیاد سے ذکر کرتے ہیں کہ کسی نے امام حسن کو کہا۔ اے ابا سعید مجھے قساوت قلبی کی شکایت ہے۔ فرمایا ذکر الٰہی کی انگیٹھی میں رکھ کر اسے پگھلائیے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل جتنا زیادہ غافل ہوگا اتنا ہی زیادہ سخت اور قاسی ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن جب خدا تعالےٰ کی یاد کرے گا۔ تو یہ قساوت و سختی اس طرح پگھلتی جائیگی جس طرح آگ میں شیشہ و تانبا پگھل جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو قساوت قلبی و سنگ دلی کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے۔

ذکر دل کی دوا ہے نمبر ۲۷

ذکر دل کی دوا اور قلب کی شفا ہے اور غفلت سراسر

امام اوزاعی حسان بن عطیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ
عزوجل سے انسان کی ہر خدا دشمنی ہیچ ہوتی ہے مگر ذکر الٰہی سے
کراہت کرنے یا خدا تعالےٰ کا ذکر کرنے والے ذاکر کو برا سمجھنے سے کوئی
دشمنی بڑھ کر نہیں"۔ دیکھئے! اس دشمنی وعداوت کا اصل سبب ذکر الٰہی
سے غفلت کرنا ہے۔ اور انسان خدا کی یاد سے غافل رہ رہ کر نہ خود پسند
کرتا ہے کہ ذکر الٰہی بجا لائے اور نہ ہی اور کوئی شخص خدا تعالےٰ کا ذکر کرتا
اسے اچھا لگتا ہے۔ تو اس وقت عزوجل کا پکا دشمن بن جاتا ہے جیسا
کہ ذاکر ذکر کرتے کرتے خدا تعالےٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

ذکر انعامات الٰہی کے حصول اور غضب الٰہی کے دفع کا موجب ہے

نمبر ۹ کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکر الٰہی کے برابر انعامات خداوندی کے حصول
یا عذاب و غضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہو سکے کیونکہ ذکر خدا انعامات
کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کر دینے کا باعث اور غضب
خداوندی کو رفع کرنے کا موجب ہے ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (حج ع ۵)	خدا تعالےٰ ایمانداروں سے اپنا غصہ وغضب رفع کرتا ہے۔

غرضیکہ ایمانداروں میں ذکر الٰہی کے باعث جس قدر قوت ایمانی ہوگی
جتنا ایمان کامل ہوگا جس قدر زیادہ ایمانی قوی ومضبوط ہوگا۔ اتنا ہی خدا انعام

اس سے غضبِ الٰہی کو دور رکھے گا جیسا اصول ہے کہ کوئی جیسا کریگا ویسا بھریگا اسی اصول کی بنا پر جو خدا تعالےٰ کو یاد رکھے گا خدا اس کو یاد رکھیگا اور جو خدا کو بھلا دیگا خدا اس کو بھلا دیگا ارشادِ الٰہی ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ع۲) شکر کروگے تو میں اور زیادہ دونگا۔

اور ذکر ہر قسم کے ثنا سے اعلیٰ ترین شکر ہے اور شکر ازدیادِ نعمت کا موجب اور مزید نعمت کا باعث ہے۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی یاد سے غفلت کرنا کتنی بدترین قباحت ہے جو نیکی و احسان میں تجھ سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

ذکر خدا کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا موجب ہے نمبر ۵

ذکر کی وجہ سے ذاکر پر خدا تعالےٰ اور تمام فرشتوں کی صلوات رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور غور کیجئے کہ جس کے لئے خدا تعالےٰ دعا کریں اور خود خدا تعالےٰ رحمت نازل فرمائے تو یقیناً وہ فلاح یاب و کامیاب و فائز المرام ہوگا ارشادِ باری ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

اے ایماندارو کثرت سے خدا کا ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو وہ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے

يُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (احزاب ع ۳)	فرشتے کہ تمہیں ظلمات سے نکال کر روشنی میں پہنچائے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مہربان ہے

تو یہ خدا تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت و صلوات ہے جس کا اتنا اثر ہے کہ انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچانے کا باعث ہے۔ اور جب خود خدا تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی رحمت و صلوات انسان پر نازل ہوں اور اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی میں پہنچا دیں۔ تو پھر خود ہی بتلایئے کہ وہ کونسی خیر و برکت ہے جو انسان کو حاصل نہیں ہوئی؟ اور کونسی برائی و شرارت ہے جو انسان سے دور نہیں ہوئی؟ افسوس صد افسوس ان لوگوں پر جو خدا تعالیٰ سے غافل رہ کر اس کے کروڑہا انعامات و احسانات سے محروم و بد نصیب رہ گئے وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ

مجالس ذکر جنت کے باغ ہیں نمبر ۵

جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہو اسے مجالس ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہیے کیونکہ ذکر کی مجلسیں جنت کے باغ ہیں۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ نے جابر بن عبداللہ کی حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے

يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْتَعُوْا فِيْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا	لوگو جنتی باغوں سے پھل کھایا کرو ہم نے کہا یا رسول اللہ جنت کے باغ

رِیَاضِ الْجَنَّۃِ قَالَ مَجَالِسُ الذِّکْرِ
ثُمَّ قَالَ اغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَاذْکُرُوْا
فَمَنْ کَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَتَہٗ
عِنْدَ اللّٰہِ فَلْیَنْظُرْ کَیْفَ مَنْزِلَۃُ
اللّٰہِ عِنْدَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی
یُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْہُ حَیْثُ اَنْزَلَہٗ
مِنْ نَفْسِہٖ

کونسی ہیں فرمایا مجالس ذکر پھر فرمایا
صبح و شام ذکر کے حلقوں میں جا کر وہاں ذکر
کیا کرو یہ بھی کہ جو معلوم کرنا چاہتا ہو کہ
خدا کے ہاں اس کی کیا قدر و منزلت
ہے تو خود ذکر کر کے معلوم کر سکتا ہے
کیونکہ عزوجل عمل کی وہی قدر و منزلت
کرتا ہے جو انسان کرنا چاہے۔

مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہیں نمبر ۵۲

ذکر کی مجلسیں عام مجالس کی طرح نہیں بلکہ فرشتوں کی مجالس ہیں کیونکہ تمام دنیوی مجالس میں سے وہ ایسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں خدا تعالٰی کی یاد اور ذکر الٰہی کیا جائے چنانچہ صحیحین میں بروایت اعمش از ابی صالح از ابی ہریرہ مروی ہے کہ
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو البتہ[1] فرشتوں کے

[1] بخاری نے تو اسی طرق سے روایت کیا ہے مگر مسلم نے طریق وہیب از سہیل از ابی ہریرہ روایت کیا ہے [2] اسلئے علامہ رشید رضا مرحوم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں سیارۃ فضلا کا لفظ موجود ہے مگر صحیح کتاب الشیخین زنادہ نویس کا لفظ موجود نہیں اور بخاری میں دونوں لفظ موجود نہیں البتہ اسماعیلی کی روایت الی بخاری میں صرف فضلا کا لفظ ہے اور ابن المعین ہے اسی طرح کی حالت کے

علاوہ خدا تعالےٰ نے دیگر فرشتے اس ڈیوٹی پر مقرر فرمائے ہیں جو مجالس ذکر کی تلاش میں ہر طرف صرف اسی لئے گشت کرتے پھرتے ہیں کہ کہیں لوگ خدا تعالےٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہاں جا کر چند منٹ بیٹھیں اور ذکر الٰہی سنیں پھرتے پھراتے کہیں ایسی مجلس دیکھ پاتے ہیں تو سب کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑو مقصود حل ہو گیا تو وہ پرے کے پرے باندھ کر آتے ہیں اور اہل مجلس کو زمین سے آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر جب عزوجل کے ہاں واپس پہنچتے ہیں تو عزوجل خود اہل ذکر کے متعلق واقف و عالم ہونے کے باوجود (خوشی سے) دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ مولا تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کرتے ہیں عزوجل (پیار سے) دریافت

(بقیہ حاشیہ ۲۲۶) ساتھ مروی ہے یا بالضم بعدہ سکون۔ یا بالفتح بعدہ سکون پہلی صورت کو تو کئی نے نووی کی قاضی عیاض نے اپنی شرح مسلم میں راجح قرار دیا ہے نیز فُضَلَاءُ بھی روایت کیا گیا ہے بہر صورت اہل علم فرماتے ہیں کہ جملہ روایات کو ملانے سے اس کا معنی یہ ہو گا کہ

. . . .

. . . . جو تعداد ستوں اور دیگر منتظمین خلائق ملائکہ سے علاوہ دیگر زائد فرشتے ہیں تو طبری یوں معلوم ہوتا ہے کہ بخاری نسخہ میں کُتَّابُ النَّاسِ کی زیادتی ہے وہ فُضُلًا کی تفسیر ہے جو اس میں غلطی سے درج ہو گئی ہے اور بعض دفعہ اصل میں ایسی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی تاب و توضیح ہوتی ہے مگر کتابت و طباعت کے وقت ساقط ہو جاتی ہے غرضیکہ اصل نسخہ حدیث میں دیگر الفاظ بھی تھے جن کی ہم نے بروایت بخاری یہاں تعمیم کر دی ہے

کرتے ہیں کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری ذات کی قسم
انہوں نے دیکھا تو نہیں عزوجل فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے جواب
دیتے ہیں مولا! کچھ نہ پوچھئے وہ دیکھ لیں تو عبادت کرنے لگیں اور بہت
ہی زور سے تیری حمد وثنا بجالائیں پہلے سے تیری تمجید و بزرگی کہیں اور
بہت تیری تسبیح وتقدیس ہی کرتے رہ جائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ
کیا چاہتے ہیں؟ اور کونسی چیز طلب کرتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں خدایا
جنت کا سوال کرتے ہیں خدا تعالے دریافت کرتے ہیں جنت انہوں نے
دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں پھر خدا تعالے فرماتے ہیں اگر دیکھ
لیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دیکھ پائیں تو پہلے
سے بھی زیادہ اس کے طالب ہو جائیں زیادہ حرص کریں اور اس کے بہت
خواہشمند ہوں ملتجی بنجائیں پھر عزوجل فرماتے ہیں کہ کس چیز سے پناہ بھی
مانگتے ہیں فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں عزوجل
دریافت فرماتے ہیں کہ دوزخ انہوں نے کبھی دیکھا بھی ہے؟ فرشتے جواب
دیتے ہیں دیکھا تو نہیں پھر عزوجل دریافت فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو ان
کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھ پائیں تو بڑے زور سے خوف کے مارے
اس سے دور بھاگ جائیں اور ڈر ڈر مریں عزوجل کی رحمت جوش میں آتی ہے
اور فرماتے ہیں گواہ رہے میں نے انہیں معاف کر دیا اور بخش دیا ایک فرشتہ
کہتا ہے مولا! ان میں فلاں شخص ان کی جماعت کا نہیں تھا وہ تو کسی

حاشیہ: ایک روایت میں منہم کا لفظ آیا ہے یعنی وہ فرشتوں سے زیادہ واقف ہے ۱۲

اپنے کام کے لئے آیا تھا عزوجل فرماتے ہیں یہ ایسے جلیس نہیں کہ انکا ہمنشین محروم و بے نصیب چلا جائے۔[1]

دیکھئے یہ ہے ان بابرکت لوگوں کی مجلس کا اثر جو خود بھی بخشے جاتے اور ان کی برکت سے ان کے ہم مجلس بھی بخشے جاتے ہیں، تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ (مریم ع۲) عزوجل نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی ہوں اور جس مقام میں ہوں

اہل ایمان بھی بابرکت ہوتے ہیں جہاں کہیں ہوں اور جس مقام میں ہوں بابرکت ہی ہوتے ہیں۔ لیکن ایک فاجر اور بدکار شخص جہاں بھی ہو اور جس مقام میں ہو بے برکت و منحوس اور شوم ہی شوم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و بکواسات کی مجلس شیطانی مجلس ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ہم مثل و ہم شکل کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور ہر کام اپنے مناسب حال کی جانب نسبت کیا جاتا ہے۔

اہل ذکر سے عزوجل فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں

نمبر ۲۵۔ عزوجل ذکر گذاروں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ

[1] مسلم کی روایت میں ہے ھُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین محروم و بے نصیب نہیں رہتا۔۱۲

صحیح مسلم میں بروایت ابی سعید خدری کے مروی ہے کہ ابو سعید فرماتے ہیں کہ
حضرت معاویہؓ مسجد میں ایک مجلس کے ہاں تشریف لائے اور دریافت
فرمایا کس لئے بیٹھے ہو، لوگوں نے کہا یہاں بیٹھ کر ہم اللہ کا ذکر کر رہے
ہیں فرمایا صرف اسی غرض سے، لوگوں نے کہا خدا کی قسم صرف اسی غرض
سے حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں نے تمہیں تہمت سمجھ کر قسم سے حلف نہیں لیا
اور نہ ہی میں تمہارے برابر کثیر الروایت ہونے کی ہمسری کر سکتا ہوں میں تو
بالکل ایک قلیل الروایت آدمی ہوں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی
طرح ایک دفعہ صحابہ سے حلف لیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک
دفعہ صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے دریافت فرمایا کیسے بیٹھے ہو انہوں
نے کہا ذکر اذکار کر رہے ہیں اور عزوجل کے احسان اسلام و مسلمان ہونے
کے شکرانہ میں اس کی تعریف اور حمد و ثنا کر رہے ہیں آنحضرت صلعم نے
فرمایا بخدا! صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا بخدا محض اسی لئے
بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں حضور صلعم نے فرمایا میں تم سے تہمت سمجھ کر حلف نہیں
لے رہا ہوں بلکہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ میرے پاس آئے اور خبر دی کہ عزوجل تمہاری
وجہ سے ملائکہ پر فخر کر رہے ہیں۔

عزوجل کی یہ فخر و مباہات اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اشرف ترین
چیز ہے اور خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جملہ اعمال پر اسے مرتبہ و فضیلت ہے

دوام ذکر سے انسان ہنستے ہوئے جنت میں جائیگا نمبر ۵

ذکر الٰہی زیادہ کثرت کرنے والا شخص خوشی کے مارے خنداں جنت میں

اور ہنستے ہنستے جنت میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے ابی درداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جن کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہتی ہے وہ ہنستے ہنستے اور خنداں خنداں جنت میں داخل ہوں گے"

جملہ اعمال قیام ذکر کے لئے مشروع کئے گئے ہیں

نمبر ۵۵۔ تمام اعمال اِقَامَتْ لِذِكْرِ اللّٰہِ یعنی ذکر الٰہی کو قائم و دائم اور ہمیشہ کے لئے باقی رکھنے کی غرض سے مشروع کئے گئے ہیں تو گویا جملہ اعمالؒ کے لئے ابرار و مشروعیت کا اصل مقصد ذکر الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ع) میری یاد اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کیجئے

"لِذِکْرِیْ" میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض ذکر کو مصدر مضاف الی الفاعل سمجھ کر یوں ترجمہ کرتے ہیں "نماز پڑھئے تاکہ میں تمہیں یاد رکھوں"۔ بعض فاعل کی بجائے مذکور کی طرف مضاف سمجھتے ہوئے یہ مطلب لیتے ہیں کہ تم مجھے یاد رکھ سکو۔ اس صورت میں لام تعلیلیہ ہوگا بعض لام وقتیہ بناتے ہیں یعنی میرا ذکر کرتے وقت نماز پڑھو جس طرح آیات ذیل میں وقتیہ ہے۔ ارشاد ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل ع) سورج ڈھلتے نماز پڑھئے

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (انبیاء ع)	قیامت کے روز ہم انصاف کا ترازو (میدان میں) لگائیں گے

مذکورہ بالا آیت سے ظرفیت کا معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے مگر اس تفسیر
پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ لام ظرفیہ کے بعد اسم ظرف و اسمائے زمان آنا
چاہئیں اور ذکر ظرف نہیں بلکہ مصدر ہے ہاں یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ
یہاں ظرف زمان محذوف سمجھی جائے یعنی عند وقت ذکری میرے یاد
کرنے کے وقت، اور یہ احتمالی معنی ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ لام تعلیلیہ مانا
جائے یعنی اقم الصلوٰۃ لاجل ذکری میرے یاد کرنے کی وجہ سے نماز
قائم کیجئے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اقامت نماز اس وقت ہو جب خدا
انسان کو یاد کرے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کے ذکر کرنے سے پہلے خداوند
انسان کو یاد کرتے ہیں جب ہی تو ذکر الٰہی کا القاء و الہام ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں
معنی درست ہیں

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنکبوت ۲۹ ع)

اس کتاب کی تلاوت کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجئے کیونکہ نماز فحش و بدکاری سے روک دیتی ہے اور خدا تعالےٰ کا ذکر بھی ہر چیز سے بڑا ہے

بعض اس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ تم نماز میں خدا تعالےٰ کا ذکر کرتے ہو
اور جو تم یاد کرتے ہو خدا اس کو یاد کرتا ہے تمہارے اللہ اللہ کرنے کی
نسبت خود عزوجل کا تمہیں یاد کرنا کہیں بہتر ہے اور یہ تفسیر ابن
عباس، سلمان، ابی درداء اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے منقول ہے
ابن ابی الدنیا علیہ نے بواسطہ اسمٰعیل بن مرزوق ذکر کرتے ہیں کہ

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ، فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ کی تفسیر ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے ذکر الٰہی بجا لانے کی نسبت خدا تعالیٰ کا ہمیں یاد کرنا بہر ذکر سے اعلیٰ و افضل ہے۔

ابن زید اور قتادہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں خدا کا ذکر کرنا تمام چیزوں کے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔

سلمانؓ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل جملہ اعمال سے افضل ہے فرمایا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہ عزوجل فرماتے ہیں وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ابی درداؓ کی گذشتہ حدیث بھی اس کی شہادت میں پیش کی جا سکتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تمام اعمال سے بہتر و پاکیزہ اور سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہترین عمل نہ بتلاؤں؟ الخ

شیخ الاسلام ابو العباس، امام ابن تیمیہ، قَدَّسَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ فرمایا کرتے تھے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نماز کے دو بڑے مقصد ہیں جو دو نوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں اوّل یہ کہ نماز فحش و بیحیائی اور برے کاموں سے روکنے کا موجب ہے اور وہ ذکر الٰہی پر مشتمل ہے دوم یہ کہ اس کے اندر ذکر جیسی اعلیٰ چیز موجود ہے جو نہی عن الفحشاء والمنکر سے بھی اعلیٰ ہے۔

اور ابن ابی الدنیا نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے۔ کہ آپ سے دریافت فرمایا گیا، کونسا عمل تمام اعمال سے افضل ہے؟ فرمایا خدا تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے"

سنن میں بروایت عائشہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طواف بیت اللہ، سعی بین الصفا والمروہ، منیٰ کے جمرات کو کنکر مارنا سب ذکر الٰہی کے قائم و دائم رکھنے کی غرض سے کئے جاتے ہیں (ابو داؤد، ترمذی حسن صحیح)

کثرتِ ذکر افضل الاعمال ہے نمبر ۵۶

دنیا میں طرح طرح کے عمل اور قسم قسم کے عامل ہیں کوئی روزہ دار ہے تو کوئی حاجی کوئی صدقہ دیتا ہے تو کوئی دیگر عمل کرتا ہے لیکن ان سب سے اعلیٰ و افضل عمل اس شخص کا عمل ہے جس میں ذکرِ الٰہی کا اکثر و بیشتر حصہ موجود ہو لہٰذا سب سے اعلیٰ روزہ دار وہ ہے جو روزہ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے سب سے بڑا سخی و متصدق وہ ہے جو کثرت سے خدا کا ذکر کرے سب سے بڑا حاجی وہ ہے جو اپنے حج میں عزوجل کا ذکر بڑھ چڑھ کر ادا کرے علیٰ ہٰذا القیاس دیگر اعمال کو سمجھ لیجیے

اس کے متعلق ابن ابی الدنیا نے ایک مرسل حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اہل مسجد میں سے کون شخص زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے پھر سوال کیا گیا کونسا جنازہ بہتر ہے؟ فرمایا جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے پھر پوچھا گیا مجاہدین میں سے کونسا مجاہد بہتر ہے؟ فرمایا جو خدا تعالیٰ کا ذکر کثرت سے بجا لائے پھر دریافت کیا گیا حاجیوں[۱] میں سے کونسا حاجی بہتر ہے؟ فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے پھر دریافت کیا گیا کہ تمام انسانوں یا عابدوں میں سے کونسا آدمی بہتر ہے فرمایا جو کثرت سے خدا تعالیٰ کا ذکر کرے

ابوبکر کا قول ہے ذکر کرنے والے تمام خیر و برکت لوٹ لے گئے

لہ نزل الابرار میں ہے ذاکر العوام حج کرنے والے عبادت گذار بہتر ہیں ۔ اسے ابن ابی الدنیا حدیث کے تخریج کنندہ ہیں۔

عبید بن عمیر فرماتے ہیں
رات کی مشقت سے گر تنگ آ گئے تو مال خرچ کرنے سے بخیل و شوم بن گئے
ہو اور دشمن کے ساتھ جنگ کرنے سے بزدل ہو گئے ہو تو کثرت سے عزوجل کا
ذکر کرو۔ اور خدا تعالےٰ کی یاد کرو۔

ذکر الٰہی تمام نفلی عبادات کا کام دے جاتی ہے نمبر ۵

ذکر الٰہی بر دوام و مداومت تمام تطوعات و نفلی عبادات کی نائب اور ان
کی قائم مقام کام دے جاتی ہے خواہ وہ تطوعات بدنی ہوں یا مالی یا بدنی بھی
ہوں اور مالی بھی۔ جیسے نفلی حج اور اس کا ثبوت حدیث ابی ہریرہؓ میں بصراحت
موجود ہے کہ فقرا مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگے
یا رسول اللہؐ مالدار تو بڑے بڑے اعلیٰ درجات اور ابدی نعمتیں حاصل کر گئے
ہماری طرح وہ نمازیں بھی پڑھ لیتے ہیں روزے بھی رکھ لیتے ہیں لیکن چونکہ ان کے
پاس زائد مال بھی موجود ہوتا ہے اس لئے وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کر لیا
کرتے ہیں اور ہم ویسے کے ویسے ان سے پیچھے رہ جاتے ہیں لہٰذا مقابلہ نہیں کر سکتے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسی صورت نہ بتلاؤں؟ کہ جو تم سے
فوقیت لے گئے ہیں ان کے مساوی اور دوسروں پر فائق ہو جاؤ اور تم سے وہی
شخص فائق و افضل ہو سکے جو تمہاری طرح اس عمل کو کرنے لگ جائے فقرا
نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! ضرور بتلائیے حضورؐ نے فرمایا ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ
اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھا کرو (متفق علیہ)

دیکھیے! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان فوت شدہ حج و عمرہ اور جہاد کے عوض انہیں ذکر کی تلقین فرمائی اور بتلایا کہ ذکر کرتے رہے وہ ان سے فائق ہو جائیں گے لیکن جب مالداروں کو پتہ چلا تو وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور صدقات و عبادات کے ساتھ ساتھ مالی لحاظ سے فائق رہے اور حضرات مال کے ساتھ ذکر کر کے دونوں فضیلتیں حاصل کر گئے لہذا دوبارہ بیچارے فقراء کو مطالبہ کرنا پڑا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں شکایت لے پہنچے کہ وہ بھی ذکر کرنے لگ گئے اور مالی لحاظ سے بھی ہم پر فائق رہے جو کہ ہمارے اختیار سے باہر ہے اب کیا کریں؟ حضور نے فرمایا بھئی یہ حق تعالے کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے"

عبداللہ بن بسر کی حدیث میں ہے کہ

ایک جنگلی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام کے اکثر عادات سنن اور احکام و شرایع کا پتہ مل گیا ہے اب کوئی ایسی جامع چیز ارشاد فرمایئے جو میرے لیے کافی و وافی ہو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر الٰہی کو اپنے پر لازم کر لیجئے اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ مجھے کافی ہے؟ فرمایا کافی بلکہ وافی ہے[1]

دیکھیے نبی اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا ذریعہ بتلایا جو شرائع اسلام پر ہر وقت لے کر انگیختہ و مشتاق رکھے ہر دم اسے ان کی حرص و طمع دامنگیر رہے

---

[1] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۱۲

بلکہ زیادہ سے زیادہ انہیں جمع کرنے کی سعی و کوشش میں منہمک رہے کیونکہ جب ذکر الٰہی کو وہ اپنا شعار بنالے گا تو اسے ذکر سے بھی محبت ہوگی اور ذکر محبوب رکھنے والے خدائے مسبب الاسباب سے بھی کیونکہ عزوجل کو تقرب الٰہی کے بعد شرائع اسلام سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسی چیز بتلا دی جس سے وہ شرائع اسلام کو بخوبی ادا کر سکے اور اس پر تمام سنن و احکام و شرائع کا ادا کرنا بالکل سہل و آسان ہوجائے اور اس کا نام ہے "ذکر الٰہی"

ذکر الٰہی اطاعت الٰہی کا سب سے بڑا معاون ہے

نمبر ۵ ذکر الٰہی خدا تعالیٰ کی طاعات و عبادات پر سب سے بڑا معاون ہے۔ کیونکہ ذکر کی تاثیر سے انسان کو طاعات خداوندی سے انس و محبت ہوجاتی ہے اور بالکل سہل و آسان معلوم ہوتی ہیں طبیعت میں کچھ کوفت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ادا کرنے میں اسے اس قدر حظ و سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے اس قدر خوشی و مسرت ہوتی ہے اور اس قدر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ نہ اتنی اسے مشقت معلوم ہوتی ہے نہ طبیعت میں گرانی محسوس ہوتی ہے جتنی کہ غافل انسان کو غافل رہ کر تکلیف و مشقت اور گرانی محسوس ہوتی ہے اور تجربہ و مشاہدہ اس کا شاہد و مؤید ہے جس سے خود بخود حقیقت حال منکشف ہوسکتی ہے۔

ذکر سے تمام مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں نمبر ۵۹

ذکر الٰہی ہر مشکل کو

آسان صعب کو سہل عسیر کو یسیر اور ثقیل کو خفیف کر دیتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی

مشکل نہیں جو ذکر کی برکت سے آسان نہ ہو کوئی عسیر نہیں جو یسیر نہ ہو کوئی مشقت نہیں جو خفیف نہ ہو کوئی شدت و سختی نہیں جو زائل نہ ہو کوئی مصیبت نہیں جو اس کی برکت سے دور نہ ہو تم کو معلوم ہو کہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو شدت و سختی کے بعد کشادگی تنگی کے بعد آسانی عسر کے بعد یسر اور رنج و غم کے بعد مسرت و فرحت کا موجب ہوتا ہے

ذکر تمام خوف و

ذکر سے تمام خطرے دور ہو جاتے ہیں نمبر ۶۰

خطرات اور ہولناکیوں کو دفع کرتا اور تحصیل امن میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے کیونکہ سخت سے سخت خوف و خطرات اور ہولناک مصیبتوں میں گھرے ہوئے انسان کے لئے بھی کوئی چیز ذکر سے زیادہ نافع اور فائدہ مند نہیں۔ ذکر خدا تعالیٰ کا جتنا ذکر کرتا ہے اتنا ہی اسے امن حاصل ہوتا ہے اور خطرات زائل ہوتے جاتے ہیں حتی کہ وہی خطرات جو اس کے لئے خوف کا موجب ہوتے ہیں امن سے بدل جاتے ہیں مگر اس کے برعکس غافل انسان اس کے باوجود خوف و دہشت سے خالی ہو کر دی امن اس کے لئے خطرات بن جاتے ہیں اور جس میں ادنیٰ سا بھی احساس ہو وہ دونوں کا تجربہ و مشاہدہ کر سکتا ہے واللہ المستعان

ذکر سے اس قدر

ذکر سے بے حد قوت حاصل ہوتی ہے نمبر ۶۱

قوت بڑھ جاتی ہے کہ ذاکر وہ کام کر گزرتا ہے جس کے بغیر ذکر کے گمان میں بھی ان کا تصور نہیں آ سکتا

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہوتے ہیں

میں (ابن نجیم) نے اس کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو
ایک اثر ذکر کرتے سنا تھا آپ فرمایا کرتے فرشتوں کو جب عرش الٰہی اٹھانے
کا حکم ملا تو کہنے لگے خدایا ہم تیرا عرش کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ جبکہ اس پر تیری عظمت و جلال
کا بھاری بوجھ موجود ہے عزوجل نے فرمایا پڑھو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو انہوں
نے پڑھتے ہی عرش الٰہی اٹھا لیا۔ بعد ازاں بعینہ یہ اثر مجھے مل گیا کہ

ابن ابی الدنیا نے یہی اثر لیث بن سعد از معاویہ بن صالح سے ذکر فرمایا کہ معاویہ
بن صالح نے کہا ہمارے اساتذہ نے بیان فرمایا کہ روایت پہنچی ہے کہ

عرش الٰہی جب پانی پر تھا تو عزوجل نے سب سے پہلے حاملین عرش کو پیدا
کیا انہوں نے دریافت کیا پروردگار آپ نے ہمیں کس لئے پیدا کیا؟ ارشاد ہوا
اپنی تخت برداری کے لئے کہنے لگے خدایا تیرا عرش اٹھانے کی کس کو طاقت حاصل ہے
اس پر تیری عظمت و جلال اور ہیبت و وقار موجود ہے عزوجل نے فرمایا پیدا تو
اسی لئے کیا ہے فرشتوں نے بار بار عذر پیش کیا تو عزوجل نے فرمایا پڑھو لَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے ہی انہوں نے فوراً عرش الٰہی کو اٹھا لیا۔

اور بڑے بڑے مشکل معاملات کو طے کرنے کیلئے ہمارے شاہی دربار
تک رسائی اور بڑے بڑے بادشاہوں سے نمٹ سکتے ہیں بلکہ ہولناک سے ہولناک
اور خطرناک سے خطرناک حالتوں سے صحیح سالم نکل جاتے ہیں اس کا بار بار تجربہ کیا

عجیب و غریب تاثیر دیکھی ہے سیکڑوں میں فقر و فاقہ اور افلاس دور کرنے کی قوت تاثیر بھی موجود
چنانچہ ابن ابی الدنیا بواسطہ لیث بن سعد عن معاویہ بن صالح عن اسد بن وداعہ
روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو روزانہ سو مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھے وہ کبھی مفلس نہیں ہوگا

حبیب بن سلمہ نے جب دشمن سے منہ بھیڑ ہوتا یا کوئی قلعہ فتح کرنا ہوتا تو لَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنے کو بہت پسند فرماتے ایک دفعہ آپ کوئی رومی قلعہ فتح
کرنے گئے ہی تھے کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی دیگر مسلمانوں نے بھی زور سے
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور نعرہ تکبیر کہا تو فوراً قلعہ بھی زمین پر دھڑام آگرا

مقابلہ اعمال میں اہل ذکر کی جیت نمبر ۶۲ | میدان مقابلہ میں

جملہ اعمال آخرت کا مقابلہ ہو رہا ہے جس میں ذکر گذار و ذاکر لوگ ہی جیت رہے
ہیں لیکن فی الحال دنیا کی گرد و غبار آلود زندگی انکے غلبہ و جیت کی رویت سے مانع
ہے اس دنیوی زندگی کی گرد و غبار ہٹتے ہی روز روشن کی طرح سب کچھ عیاں ہو
جائیگا اور تمام لوگ خود اپنی آنکھوں مشاہدہ کر لیں گے کہ کون شخص تمام اعمال میں
سب سے بڑھ کر جملہ اعمال میں جیت گیا ہے

ولید بن مسلم فرماتے ہیں کہ محمد بن عجلان نے عمر نامی عفرہ کے غلام سے سنا
کہ قیامت کے روز جب عملوں کے ثواب سے پردہ منکشف ہوگا تو ذکر سے زیادہ
کوئی عمل لوگوں کو افضل نہیں دکھائی دیگا تو اس وقت تمام لوگ افسوس کرنے لگجائیں
گے اور کہیں گے افسوس! ذکر سے زیادہ تو کوئی چیز آسان نہیں تھی لو ہم محروم ہی رہ گئے

وجہ سے اسے زیادہ لیعنی اذہن جمع کر لینا خواہ حق ہو یا باطل۔
لیکن اس کا اکثر استعمال باطل میں ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ جب کہا جائے فُلَانٌ
مُسْتَھْتِرٌ تو اس سے صرف باطل کا معنی ہی سمجھا جاتا ہے البتہ جب کسی
شئے سے نفی کر دیا جائے تو اس وقت لغت ہی معنی مراد ہوگا جیسے ھُوَ
مُسْتَھْتَرٌ وَقَدِ اسْتُھْتِرَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی ذکر الٰہی پر شیفتہ ہو کر جنونانہ وار
بدلت پیرا۔ اس معنی کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں
اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یُقَالَ مَجْنُوْنٌ — خدا کا اتنا زیادہ ذکر کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں

عزوجل سے ذاکر کی تصدیق نمبر ۶۳

ذکر انسان کے لئے عز وجل کی جانب سے تصدیق و صادق کہلانے کا مستحق بنا دیتا ہے کیونکہ ذاکر خدا تعالیٰ کے اوصاف کمال ونعت جمال بیان کرتا ہے اور جب ذاکر اوصاف و نعوت بیان کرتا ہے تو عزوجل خود

ل مصباح المنیر میں ہے اُسْتُھْتِرَ یعنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہیں کرتا
کہ کیا کچھ کر رہا ہے فائق میں زمخشری فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ
الْمُسْتَھْتِرِیْنَ یعنی مستہترین سے پناہ مانگتا ہوں ھُمُ الْمُکَذِّبِیْنَ کمینہ و فتنوں لوگوں کو کہتے
ہیں جنہیں کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ کسی نے انہیں کیا کہا یا وہ لوگوں سے کیا کہ اس کہتے ہیں
اور اس حدیث کو ترمذی و حاکم نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ
الْمُسْتَھْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خِفَافًا
ذکر الٰہی پر شیفتہ مفردون سبقت لے گئے جن سے تمام بوجھ کو ذکر الٰہی دور کردے گا
قیامت کے دن وہ ہلکے پھلکے حاضر ہوں گے اس کی سند صحیح ہے ۱۲

اس کی تصدیق فرمایا کرتے ہیں اور جسے خود خدا تعالیٰ سچا کہے عزّ وجلّ خود اس
کی تصدیق کرے تو وہ جھوٹا ہے اور کاذب لوگوں میں نہیں کیونکہ اللہ پاک سچا کہتا ہے
کہ اس کا شعار یعنی مادینی و سچے اس دل میں ہوگا

ابو اسحٰق ترمذی سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ و ابو سعید خدری رضی
اللہ عنہما شاہد ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب لا الٰہ الا
اللہ واللہ اکبر کہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی سب سے بڑا ہے
تو عزّ وجلّ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا ہاں میرے سوا کوئی معبود نہیں
اور میں ہی سب سے بڑا ہوں جب کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ یعنی صرف
تنہا محض خدا ہی معبود ہے تو عزّ وجلّ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا
صرف میں ہی معبود ہوں جب کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ یعنی صرف
خدا ہی معبود قابل پرستش ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو عزّ وجلّ فرماتے ہیں
میرے بندے نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں میرا کوئی شریک نہیں جب
لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد کہتا ہے یعنی صرف خدا ہی قابل پرستش ہے اسی
کی حکومت ہے اور وہی حمد و ثنا کے قابل ہے تو عزّ وجلّ فرماتے ہیں میرے بندے
نے سچ کہا میں ہی قابل پرستش ہوں میری ہی حکومت ہے اور میں ہی قابل حمد و
ثنا ہوں جب کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی صرف خدا
ہی معبود قابل پرستش ہے نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق صرف اللہ

ف۔ سیلم بن کیسان نے حمص میں لکھا ہے فضیلت سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر میں اس کے
واسطے ابی بریدہ کی حدیث سے روایت کیا ہے ترغیب و ترہیب ماخذ مشکوٰۃ ۱۲

جاذبانی پر موقوف ہے اللہ عزوجل فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا میں
ہی معبود قابل پرستش ہوں نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی توفیق محض میری
دستگیری و اعانت سے ہی ہوتی ہے۔ پھر بعد ازاں کہا جسے مرتے دم بھی یہ کلمات
پڑھنے نصیب ہو جائیں وہ دوزخ سے بالکل نجات یافتہ ہو جائیگا

ذکر سے محلاتِ بہشتی کی تعمیر نمبر ۱۴۲

بہشتی قصور و محلات کی ذکر سے تعمیر کی
جاتی ہے جب ذاکر ذکر سے رک جائے تو فرشتے بھی تعمیر بند کر دیتے ہیں
ابن ابی الدنیا نے کتاب میں حکیم بن محمد اخنسی سے ذکر کیا ہے کہ مجھے
حدیث پہنچی ہے کہ جنتی قصور و محلات کی تعمیر ذکر سے ہوتی ہے جب ذکر کرنا بند کر
دیں تو تعمیر بھی بند ہو جاتی ہے پوچھا جائے تو فرشتے کہتے ہیں رسد سامان لانے
ابن ابی الدنیا نے ابی ہریرہ سے مرفوعاً ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو بندہ دس دفعہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم
اس کے لیے جنت میں ایک برج تیار کیا جاتا ہے اور جس طرح جنت کے محلات ذکر سے تیار
ہوتے ہیں اسی طرح جنت کے باغ اور پودے بھی ذکر سے لگتے ہیں۔
جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا
قول ہے کہ جنت کی زمین بھی بہترین اور پانی بھی اعلیٰ ہے لیکن بالکل صاف چٹیل
میدان اور اس کے درخت ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ
اَکْبَرُ۔ معلوم ہوا کہ ذکر ہی اس کے محلات اور ذکر ہی اس کے درخت ہیں۔
ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن عمر سے حدیث روایت فرمائی ہے کہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں بہت بہت درخت لگاؤ صحابہ نے فرمایا یا
رسول اللہ بہشت کے درخت کیا ہیں فرمایا ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

ذکر انسان اور دوزخ کے درمیان دیوار بن جائے گا

نمبر ۶۵ ذکر انسان اور جہنم کے درمیان دیوار بن جاتا ہے جب وہ کسی بری طرف جانے لگتا ہے تو ذکر الٰہی رستے میں دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے اگر ذکر الٰہی اور کامل ہوگا تو وہ دیوار بھی بہت مضبوط اور پختہ ہوگی جس میں سے گزرنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا ورنہ وہ گناہ میں مبتلا ہو کر رہے گا۔

عبد العزیز بن ابی داؤد فرماتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہتا تھا اس نے ایک جگہ نماز کی بنائی اور اس کے محراب میں سات پتھر رکھے جب نماز پڑھنے لگتا تو پتھروں سے کہتا خبردار ہو کر تم بھی گواہ رہنا میں اپنے عقیدہ پر گواہ بناتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ واحد بیمار ہو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اسے دوزخ میں چلے جانے کا حکم ملا وہ کہتا ہے کہ میں نے پتھروں میں سے ایک پتھر کو جسے خوب جانتا تھا وہاں دیکھا کہ دوزخ کے منہ پر پھیل کر آ گیا اور دوزخ کا ایک دروازہ بند کر دیا حتی کہ اسی طرح باقی پتھروں نے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر دئیے

ذاکر کے حق میں فرشتوں کی استغفار نمبر ۶۶

فرشتے ذاکر کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ اصحاب اللہ ذکر کے لئے مشہور حضرت فرماتے ہیں
حجۃ الخیر حسین بن [illegible] عبد اللہ بن [illegible] شیخ عبد اللہ بن عمرو بن عاص کا

قول روایت کرتے ہیں کہ مجھے عزوجل کی نازل کردہ کتاب (قرآن حکیم) ہی میں غور و
استنباط سے معلوم ہوا کہ

انسان جب الحمد للہ کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں رب العلمین جب پورا
الحمد للہ رب العلمین کہتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں اللھم اغفر لعبدک لیے
خدایا اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیجئے) جب کہتا ہے سبحان اللہ فرشتے
کہتے ہیں وبحمدہ اور جب پورا سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے تو فرشتے کہتے
ہیں اللھم اغفر لعبدک جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ فرشتے کہتے ہیں واللہ اکبر
اور جب پورا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اللھم اغفر
لعبدک (خدایا اپنے بندے کو بخش دیجئے)

ذاکر سے دشت و جبل کی فخر و مباہات نمبر ۱۴

دشت و جبل

پہاڑ اور وادیاں ذاکر کی وجہ سے فخر و مباہات کرتی اور خوش ہوتی ہیں کہ فلاں
ذاکر نے ہم پر ذکر الٰہی کیا ہے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو نام لیکر دریافت کرتا
ہے کہ آج تجھ پر کوئی ذاکر نہیں گذرا؟ اگر وہ جواب دے کہ ہاں گذرا ہے تو
اسے بیحد خوشی ہوتی ہے"

عون بن عبداللہ فرماتے ہیں بعض میدان دوسرے میدانوں کو آواز دیکر
پوچھتے ہیں کیا تمہارے پر سے آج تم میں سے کوئی ذاکر تو نہیں گذرا؟ تو جواب دیتے
ہیں ہاں (گذرا ہے) اور بعض کہتے ہیں (جواب دیتے ہیں) نہیں [illegible]

جس نے بھی اس پر کوئی عمل نیک و بد کیا ہو گا وہ اس پر گواہی دیگی کہیگی فلاں نے فلاں روز مجھ پر کیا وہ کیا ایسا کیا دلیا کیا یہ روایت حسن صحیح ہے۔

در زمین کے ہر قطعہ میں کثرت سے عزوجل کا ذکر کرنے والوں کے لیے تمام گواہوں گے جنہیں دیکھ دیکھ کر لوگ رشک کریں گے کہ کاش ہمارے بھی اتنے گواہ ہوتے

ذکر الٰہی کے شغل سے زبان فضول کلامی سے بند ہو جاتی ہے نمبر ۳۰

ذکر الٰہی کا شغل تمام فضول و باطل اشغال مثلاً چغلی و غیبت لوگوں کی مدح و مذمت وغیرہ سب اشغال سے پھیر دیتا ہے کیونکہ عموماً زبان خاموش تو رہتی نہیں ذکر الٰہی کرتی ہے یا لیسا اوقات لغویات اور فضول بکواسات بکتی رہتی ہے ان دونوں میں سے ایک نہ ایک بات تو ضرور ہوتی ہے اگر ذکر نہ کرے گی تو فضول وواہیات بک دیگی کیونکہ اسے حق میں مشغول نہ کرے گا تو باطل میں لگا دیگا اسی طرح دل اپنے خالق سے لو نہیں لگائے گا۔ تو کسی مخلوق کے دام محبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ ایک نہ ایک امر لقینی ہے لہذا دونوں میں سے خود ہی سمجھ کر ایک خصلت اختیار کر لینی چاہئے اور ہر مقامات میں سے ایک مقام کو قبول کر لینا چاہئے۔

ذکر سے شیطانوں میں گھرے ہوئے آدمی کی نجات

نمبر ۳۱ یہ وہی خصلت ہے جس کی ہم نے شروع میں ابتدا کی تھی اور

علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے، اور وہیں کھڑے ہو کر فرمانے لگے
آج میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے میرے ایک امتی کے ہاں جان
لینے کے لئے ملک الموت آیا تو اس کی بر الوالدین یعنی والدین کے ساتھ سلوک
واحسان اور نیکی سامنے آگئی اور فرشتے کو اس سے پیچھے ہٹا دیا پھر میں نے اپنا
ایک اور امتی دیکھا جو عذاب قبر میں مبتلا ہو چکا تھا تو وضو آیا اور اسے عذاب سے
بچا لیا پھر میں نے اپنا ایک امتی دیکھا جسے بہت سے شیاطین نے تکہ بوٹی کرنے
کے لئے گھیر رکھا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور تمام شیطانوں کو بھگا دیا پھر مجھے اپنا
ایک امتی نظر آیا جسے ملائکۃ العذاب نے گھیر رکھا تھا تو اس کی نماز آئی اور ان کے
ہاتھوں سے چھین لیا۔ پھر ایک امتی دکھائی دیا جو آگ کے شعلوں میں جل رہا تھا
اور بروایت دیگر پیاس سے ہانپ رہا تھا جب کبھی حوض کے قریب جاتا پیچھے
دھکیل دیا جاتا تو ماہ رمضان کے روزے آئے اور پلا کر اسے سیر کر دیا پھر ایک امتی
نظر آیا اور کچھ لڑکوں کی ٹولیاں ٹولیاں بیٹھی دکھائی دیں جن کے پاس بھی وہ
جاتا اسے بیٹھنے نہ دیتے اور دور چھوڑ آتے۔ تو اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا
ہاتھ پکڑ کر میرے (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے) پاس بٹھا دیا۔ پھر ایک امتی کو دیکھا
جس کے آگے بھی اندھیرا پیچھے بھی اندھیرا دائیں بھی اندھیرا بائیں بھی اوپر بھی اندھیرا
نیچے بھی اور وہ حیران کہ کدھر جائے؟ اور کہاں جائے؟ تو اس کی حج و عمرہ
آئے اور اندھیرے سے نکال روشنی میں پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو ہاتھ کے
ساتھ آگ کے شعلوں اور چنگاڑوں سے بچاؤ کرتا ہے تو اس کا صدقہ و خیرات
آئی اور آگ کے سامنے پردہ بن کر حائل ہو گئی۔ پھر ایک امتی کو دیکھا جو مومنوں سے

بات چیت کرتا ہے مگر وہ اس سے رو پھیرے ہیں تو کلام کرنے میں تو صلہ رحمی
آئی اور کہنے لگی معشر المؤمنین مومنوں کی جماعت یہ تو بڑا صلہ رحمی کرنے
والا آدمی تھا تم اس سے کیوں نہیں بولتے تو اسی وقت تمام مومن اس سے
کلام کرنے لگے اور وہ بھی ان سے باتیں کرنے لگا انہوں نے مصافحے کئے اور
اس نے بھی پھر ایک امتی نظر آیا جو دوزخ کے فرشتوں اور داروغے کے ہاتھ
چڑھ گیا اور انہوں نے اسے گھیر لیا تو اس کی امر بالمعروف ونہی عن المنکر آئی اور
ان کے ہاتھوں سے چھین کر ملائکہ رحمت یعنی رحمت کے فرشتوں میں جا
چھوڑا پھر ایک امتی کو دیکھا جو گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا اور اس کے اور خدا
تعالیٰ کے درمیان حجاب اور پردہ تھا تو اس کا حسن خلق آیا اور اس کا ہاتھ
پکڑ کر خدا تعالیٰ کے پاس پہنچا دیا پھر ایک امتی نظر آیا جسے اعمال نامہ بائیں
ہاتھ میں ملا تھا تو اس کا خوف خدا آیا اور اعمال نامہ پکڑ کر داہنے ہاتھ میں
دے دیا پھر ایک امتی دیکھا جس کے اعمال کا تول کم ہو گیا تو فوت شدہ بچے
آئے اور اس کے تول کو بھاری کر دیا پھر ایک امتی نظر آیا جو جہنم کے گڑھے
کے کنارے پر کھڑا تھا اس کی رجاء من اللہ یعنی خدا تعالیٰ سے وابستہ
امید بس آئی اور اس نے بچا کر نکال دیں پھر ایک امتی پر نظر پڑی جو جہنم
میں گر رہا تھا یا گر گیا تھا کہ اس کے خوف خدا سے نکلے ہوئے آنسو آ گئے
اور اسے بچا لیا پھر ایک امتی دیکھا جو پل صراط پر سے اس طرح کانپ رہا تھا
جیسے تیز ہوا میں کھجور کی پتی ہلتی ہے تو اس کا حسن الظن باللہ یعنی
خدا سے اس کا نیک گمان آیا اور اس کی کپکپی دور کر کے چلا دیا پھر ایک امتی

نظر آیا جو لیٹر اہوا بچارہ کبھی چوتڑوں پر گھسٹ رہا ہے کبھی گھٹنوں اور پیٹ کے بل رینگتا ہے اور کبھی لٹک جاتا ہے تو اس کی نماز آئی اور اٹھا کر پاؤں کے بل کھڑا کر دیا۔ اور اس طرح بچا لیا پھر ایک امتی جنت کے دروازے پر پہنچا نظر آیا اور جنت کے دروازے بند تو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت و گواہی آئی اور اس نے دروازے کھول کر اسے جنت کے اندر داخل کر دیا۔

یہ حدیث حافظ ابو موسیٰ مدینی نے منجیات و مہلکات کے متعلق اپنی تصنیف کردہ کتاب الترغیب فی الخصال المنجیہ والترھیب عن غلال المردیہ میں جس کی آپ نے شرح بھی لکھی ہے روایت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث انتہائی حسن صحیح ہے جسے عمرو بن آزد علی بن زید بن جدعان اور ابو جبلہ ہلال نے سعید بن مسیب سے روایت فرمایا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ قدس اللہ روحہ اس حدیث کی بڑی عظمت و شان بیان کرتے اور اسے بڑی اہمیت دیا کرتے تھے اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اس کی صحت پر شواہد موجود ہیں۔

بہرصورت اس حدیث میں ہمارے مطلوبہ الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ ہیں جن میں آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک امتی دیکھا جسے شیاطین نے گھیر لیا تھا تو ذکر الٰہی آیا اور انہیں دور بھگا دیا یہ واقعہ حارث اشعری کی اس حدیث کے مطابق ہے جس کی ہم نے سابقاً اس رسالے میں تشریح کر دی اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک موجود ہے کہ عزوجل نے تمہیں اپنا ذکر کرتے رہنے کا حکم دیا۔ ذاکر کی مثال ایسی ہے جیسے

وَكَوْنٍ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ
شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ
إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ
أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ بِمَا
اسْتَعَاذَ بِهِ مُوسَى وَعِيسَى وَ
إِبْرَاهِيمُ الَّذِي وَفَّى مِنْ شَرِّ مَا
خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ إِبْلِيسَ
وَجُنُودِهِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَبْغِي أَعُوذُ
بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ وَ
الصَّافَّاتِ صَفًّا ۝ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ۝
فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ۝ إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ
الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا
مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُونَ
إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ
جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ

راتوں اور دنوں کی شرارت اور شر ظاہر ہوتی
چیزوں کے شر اور ان چیزوں کے شر سے جو
رات کو نکل آتی ہیں اور دن کو چھپ جاتی
ہیں اور خدا کی اس مخلوق کے شر سے جو روئے
زمین پر پھیل گئی ہیں اور ابلیس اور اس کے
لشکروں کی شرارت اور ہر چلنے والی چیز سے
جس کو تو نے پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیا
ہے تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں
یقینا میرا رب صحیح راستے پر ہے میں ان کلمات
کے ساتھ جن کے ساتھ موسیٰ و عیسیٰ اور
ابراہیم نے جس نے خدا کے مکمل کلمات کو پورا
کر دکھایا پناہ طلب کی خدا سے ان چیزوں
کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جو اس نے
پیدا کئے اور زمین پر پھیلا دیں۔ اور
ابلیس اور اس کے لشکروں اور باقی باغیہ
تمام چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں
خدائے سمیع و علیم کے ساتھ شیطان مردود
سے پناہ مانگتا ہوں خدائے رحمان و رحیم
کے نام سے شروع کرتا ہوں ان جماعتوں

چیزوں سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور پاکی بیان کرنا اور پاک و منزہ کہنا

اور یہ بھی دو قسم ہے

اول عزوجل کی خود حمد و ثنا کرنا

اول یہ کہ ذکر کا خود ان کے ذریعہ عزوجل کی حمد و ثنا کا آغاز کرنا اور ختم ہی احادیث میں مذکور ہے جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وغیرہ دوسری یہ کہ اس سے اعلیٰ و افضل وہ قسم ہے جو تمام ثنا و تعریفات خداوندی کی جامع اور اعم ہو مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ صرف سُبْحَانَ اللّٰهِ سے افضل ہے ایسے ہی حمد یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَهُمَا وَعَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے سے کئی درجے افضل ہے

ام جویریہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیرے بعد تین دفعہ ایسے کلمات پڑھے ہیں جو تیری آج کے پورے دن کی عبادت سے تولے جائیں تو وزنی ہوں وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ[۱] سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضٰى نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ رواہ مسلم

۱؎ مسلم کی ایک روایت میں ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضٰى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ اور مِدَادَ كَلِمَاتِهِ زیادتی ہے (رقم ۲۶)

اور اس کی سب سے اعلیٰ و افضل قسم یہ ہے کہ انسان اپنی وضع کردہ
رسمی کمزوریوں اور خود ساختہ حمد و ثنا میں نہیں بلکہ تعریف و تعظیم اور
تمثیل و تشبیہ عزوجل کی وحی یا نور ثنا و تعریف بیان کرے جو اس
نے خود اپنے لیے حمد فرمائی ہیں یا آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیان فرمائی ہیں اور خود ان الفاظ سے حمد و ثنا کی ہے

حمد و ثنا اور مجد و بزرگی

پھر یہ قسم بھی آگے تین اقسام پر منقسم ہے حمد، ثنا اور مجد و بزرگی
عزوجل کی حمد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حسنات طور پر محض صفات
کمالیہ ہی نہ بیان کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی محبت و رضا کو
بھی شامل رکھے کیونکہ محبت سے خالی ثنا حمد نہیں ہوتی ہے اور نہ بے محبت
عبادت کرنے والا شخص حامد ہو سکتا ہے جب تک کہ ثنا و تعریف کے ساتھ
خدا تعالیٰ کے عشق و محبت کا عنصر نہ ملایا جائے پھر یہ بھی معلوم ہونا
چاہئے کہ ثنا کہتے ہیں کسی ایک کو لگاتار ذکر کرتے چلا جائے
تو ثنا ہو گی اگر صفات جلال و عظمت و کبریائی اور صفات ملک و
ملکوت کے ساتھ عزوجل کی مدح سرائی کرے تو یہ مجد ہو گی۔
اور یہ تینوں اقسام عزوجل نے سورہ فاتحہ کے آغاز میں جمع فرما دیے

[illegible] اللہ [illegible] بتوبة عبده [illegible]
[illegible] بیابان جنگل میں اونٹ گم ہونے کے بعد
[illegible] مل جانے سے [illegible] خوشی ہوتی ہے عزوجل اسے بندے کی توبہ سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے

کرو پھر آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ پر درود شریف پڑھے بعد ازاں جو دعا کرنا ہو تو کچھ مانگنا ہو اس کی دعا و درخواست کرو صحیح حاکم احمد ترمذی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے

دعائے ذی النونؑ

علے ہذا القیاس دعا ذی النون یونس علیہ السلام کے متعلق حضور نے فرمایا کہ جو بھی میرے بھائی یونس علیہ السلام کی دعا پڑھے اس کی تمام مصیبتیں رفع ہو جائیں گی"

ترمذی میں ہے جو مسلمان کسی کام کے لئے بھی یونس علیہ السلام کی وہ دعا مانگے جو آپ نے شکم ماہی میں تلاوت فرمائی تھی تو عزوجل اس کی درخواست و دعا قبول فرماتے ہیں وہ یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ[1] اور یہی حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ عام دعاؤں کا ہے جن میں دعا کو حمد و ثنا سے شروع کیا گیا ہے علی قائلہا افضل الصلوٰۃ والسلام

دعائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

دیکھئے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعائے کرب و مصیبت کو حمد و ثنا کے ان الفاظ سے آغاز فرمایا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظیم و حلیم

[1] لے ترمذی امام احمد حاکم اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے از سعد بن ابی وقاص رضہ ۱۲

سلم سے عرض کیا کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور دعا کی۔

اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان بدیع السموت والارض یاذالجلال والاکرام یاحی یاقیوم

خدایا میں تجھ سے ان کلمات کی طفیل سوال کرتا ہوں کہ تمام حمد وثنا تیرے لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو منان یعنی احسان کنندہ اور آسمانو اور زمین کو از سر نو پیدا کنندہ ہے اے بزرگی و جلال کے مالک۔ اے زندہ و قائم رہنے والے خدا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عز وجل کو اس کے ایسے اسم اعظم سے پکارا ہے جس سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ اور سوال کیا جائے تو پورا کرتا ہے"۔

دیکھئے آنحضرت نے دو چیزیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ دعا سے پہلے حمد وثنا اور ذکر کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے دوم اینکہ یہ اسم اعظم ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالے کا ذکر انسان کے جملہ مطالبات کی کامیابی کا سب سے بہترین اور اعلی ذریعہ ہے۔

فائدہ دیگر: ذکر قبولیت دعا کا باعث ہے

کچھ فوائد ذکر و ثناء

یوں یہ علیحدہ فائدہ ہے اور یہ چودہواں فائدہ ہے کہ ذکر دعا کو مقبول

سلہ یہ ابو عیاش زرقی زید بن صامت ہیں جیسا کہ ہے حافظ امام احمد نے روایت کیا ہے اسی طرح سے ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ ۱۲

ومستجاب کر دیتا ہے تو جس دعا سے پہلے ذکرِ الٰہی و ثنا خداوندی موجود ہو وہ
دعا سے پہلے قبول ہوتی ہے جو ثنا سے خالی ہو پھر اس کے ساتھ انسان
اپنی غربت و مسکینی فقر و احتیاج اور اظہار و اعتراف حقیقت کو بھی شامل کر
لے تو بالاہتمام قبول ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنے معبود و مسئول یعنی خدا
تعالےٰ کے ہاں اس کی صفات کمالیہ اور اس کے فضل و احسان کو وسیلہ
بنا کر پیش کرتے ہوئے درخواست کی ہے بلکہ اپنی شدت احتیاج و ضرورت
اور فقر و مسکینی کو مرحلہ واضح کر دیا ہے تو یہ سائل کے سوال کا مقتضا تھا
اور وہ اجابت مسئول کا موجب دعا میں سائل و مسئول ہر دو کے مقتضیات
مرحلہ پیش کر دیے گئے تو اثر و قبولیت کے لحاظ سے زیادہ موثر اور
معرفت و عبودیت کے لحاظ سے بھی اکمل و کامل تر ہوں گے
آپ اس مثال میں مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سے انعام و
اکرام وغیرہ کا طالب ہو تو اس کے جود و کرم اور نیکی و بھلائی کا توسل کرتے
ہوئے ساتھ ہی اپنی حاجت و ضرورت اور فقر و مسکینی کو بھی پورے خشوع و
تضرع کے ساتھ بیان کرے تو مسئول کے دل کو بھی ترحم کرنے کا موجب
ہوگی اور حاجت روائی کا اقرب ترین ذریعہ ہوگی جب اس کی ثنا و اعتراف
کرتے ہوئے کہیگا کہ آپ کے جود و سخا کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے اور
آپ کا فضل و احسان کا شمس فی النہار ہو چکا ہے اور میں اس قدر عاجز
و محتاج ہو گیا ہے کہ پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے وغیرہ تو اس شخص کی بہ نسبت
اس کی دعا بالاہتمام مقبول و مستجاب ہوگی جو [illegible]

کہ مجھے فلاں چیز دے دو۔

تین پیغمبروں کی دعائیں

جب آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا تو اب مذکورہ ذیل تینوں پیغمبروں کی دعاؤں میں غور کیجئے۔ ہر ایک نے حمد و ثنا کے ساتھ عزوجل کی جود و سخا و مہربانی اور اپنے فقر و احتیاج اور مسکینی کے اظہار کے ساتھ دعا فرمائی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو ملاحظہ فرمائیے فرماتے ہیں

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝ (قصص ع ۳)	خدایا میں آپ کی میرے لئے نازل کردہ خیر و بھلائی کا فقیر و محتاج ہوں۔

حضرت ذی النون یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (انبیاء ع)	مولا تیرے سوا کوئی معبود نہیں آپ کی تسبیح بیان کرتا ہوں اور یقیناً میں ہی ظالم ہوں

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (اعراف ع)	پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اگر تو مغفرت نہ فرمائے اور رحمت نہ کرے تو ہم خسارہ والوں سے ہو جائیں گے

صحیحین میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! مجھے کوئی دعا سکھلائیے جو نماز میں پڑھا کروں فرمایا پڑھئے

اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ	خدایا میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم ڈھائے اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو

إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ	بخشنے والا نہیں لہٰذا مجھے اپنی خاص مغفرت و رحمت فرما کیونکہ آپ ہی غفور رحیم ہے

دیکھئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عظیم الشان و مختصر دعا میں کتنی چیزوں کو جمع فرما دیا ہے۔ اس میں اپنی حالت کا اعتراف بھی موجود ہے، خدا کے فضل و احسان اور جود و سخا کا وسیلہ بھی بارگاہ الٰہی میں پیش کیا گیا ہے اور مغفرت ذنوب کے لئے صرف عزوجل کی ذات بابرکات کو ہی مخصوص و منفرد فرمایا ہے۔ پھر دو امور سے توسل کرنے کے بعد اپنی حاجت کی درخواست فرمائی ہے۔ تو یہ ہیں آدابِ دعا و آدابِ عبودیت۔

فصل سوم: تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دعا سے افضل ہے

تلاوت قرآن ذکر سے اور ذکر دعا سے افضل ہے

یہ اس صورت سے کہ ہر ذکر کو علیحدہ علیحدہ بنظر مجرد دیکھا جائے لیکن بعض دفعہ کسی عارضہ سے مفضول فاضل سے اولیٰ و اعلیٰ بلکہ متعین ہو جاتا ہے لہٰذا مفضول کو ادنیٰ تصور کرتے ہوئے فاضل کو اختیار کرنے کے لئے مفضول کو ترک نہیں کیا جاتا ہے۔ مثلاً رکوع و سجود میں تلاوت قرآن کی نسبت تسبیح کہنا افضل بلکہ اس وقت تلاوت قرآن حرام یا مکروہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تسبیح و تحمید کے لئے اپنے مواقع و محل ہیں، تلاوت قرآن [illegible]

افضل ہے اسی طرح تشہد اور ہر دو سجدوں کے درمیان رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ پڑھنا قرأت قرآن سے افضل ہے علیٰ ہذا القیاس سلام پھیرنے کے بعد معاً تسبیح وتہلیل اور تحمید وتکبیر کہنا تلاوت قرآن سے افضل ہے اسی طرح اذان کا جواب دینا اور موذن کی طرح وہی کلمات کہنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ قرآن حکیم کو دیگر تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت و فوقیت ہے جیسے خالق برتر کو مخلوقات پر مگر ہر مقام اور موقعہ و محل کے لئے خاص کلمات مخصوص اور خاص خاص اذکار مناسب و مختص ہیں جن کو چھوڑ کر کسی دیگر کو ان کی جگہ پڑھنے سے وہ راز و حکمت خلل پذیر ہو جاتی ہے جس کے لئے عزوجل نے ان خاص کلمات کو مخصوص جگہ کے لئے متعین فرمایا ہے۔ اور وہ مطلوبہ مقصد فوت ہو جاتا ہے جس کے لئے علیم و حکیم نے انہیں اس مقام

(حاشیہ ۱) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات) میں پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کے لئے صفیں باندھے کھڑے تھے آنحضرت ؐ نے فرمایا لوگو! بشارت نبوت میں سے اب صرف رویائے صالحہ ہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں اَلَا وَاِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا خبردار رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے رکوع میں عزوجل کی عظمت وکبریائی بیان کرو اور سجدہ میں دعا کی کوشش کیا کرو کیونکہ ایسی صورت قبولیت کی زیادہ سزاوار ہے ۔ احمد، مسلم، نسائی، ابوداؤد ۱۲۔

کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی طرح اذکار متعینہ و موقتہ قراءت سے مقدم
ہے اور قراءت مطلقہ اذکار مطلقہ سے افضل ہے، الا یہ کہ دیگر
کوئی عارضہ پیش آجائے کہ قراءت قرآن کی بجائے ذکر و دعا ہی
اس مقام و محل کے لئے مناسب تر ہو۔

مثلاً ایک گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے تو کانپ
اٹھتا ہے۔ اس لئے اسے توبہ و استغفار کی ضرورت ہوتی ہے
یا کسی شیطان و شریر آدمیوں اور جنات کی شرارت و تکلیف کے
خطرہ و خوف سے دم دعا اور ذکر اذکار کی ضرورت محسوس کرتا
ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بچاؤ کی تدبیر کرتے ہوئے خود کو محفوظ
کر سکے۔

علیٰ ہذا القیاس بعض دفعہ ایسی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو نظر
انداز کر کے قراءت قرآن میں مشغول ہونے سے دل پوری طرح
حاضر نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اکتا جاتا ہے، مگر سوال و درخواست
اور دعا و اذکار کا ادنیٰ سا خیال بھی اس وقت حضور دل اور جمع قلبی
کا موجب ہوتا ہے۔ متفکر و پریشان حال اور تکلیف ہی کا مارا ہوا
غمزدہ انسان انتہائی عاجزی و تضرع کے ساتھ جب دعا کرتا ہے اور
خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ارحم الراحمین میں بار بار گڑگڑاتا
ہے۔ اور دل کاٹ کاٹ کر کلیجہ نکال باہر رکھ دیتا ہے اور اس پر
ایک عجیب سی کیفیت سی طاری ہوئی ہوتی ہے۔ اور

اس کے لئے اس وقت مفید و نافع نہ ہوگی ہے۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے قرأت قرآن اور ذکر و اذکار دونوں فی نفسہٖ افضل و اعلیٰ ہیں۔

دو چیزوں کی ضرورت

اور یہ باب از حد فائدہ مند ہے۔ مگر اس میں دو چیزوں کی بیحد ضرورت ہے۔ اول نقد نفس یعنی اپنی اپنی طبیعت و مذاق سے پوری واقفیت، دوم کسی چیز کی ذاتی اور عارضی فضیلت کہ کون چیز بذاتہ افضل ہے اور کون کسی عارضہ کیوجہ سے تاکہ وہ حق بحقدار رسید کے اصول پر عملدرآمد کر سکے۔ اور ہر چیز کو اس کے مناسب موقعہ و محل میں رکھ سکے۔ کیونکہ جو کام آنکھ دے سکتی ہے۔ وہ ٹانگ نہیں دے سکتی۔ جہاں پانی کام دیتا ہے۔ وہاں گوشت اور شوربا کام نہیں آسکتا۔ بہرصورت حفظ مراتب میں کامل حکمت و دانشمندی ہے جس پر اوامر و نواہی کا نظام چل رہا ہے۔ وَاللّٰہُ تعالےٰ المُوَفِّقُ

ایک مثال

اسی طرح بعض اوقات کپڑوں کے لئے بھی وصابون فائدہ مند ہوتے ہیں اور کبھی تجمیر و عرق گلاب اور خوشبو ہی لگانا

تسبیح و استغفار میں سے کون زیادہ مفید ہے

ایک رزر

ہونے کی بنا پر انفراداً قرأت قرآن اور ذکر و دعا ہر ایک سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس لئے یہ از حد نافع و فائدہ مند اصل ہے جو انسان پر مراتب اعمال کی معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ یہ اصل انسان پر روز روشن کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ فلاں عمل کا موقعہ و محل فلاں ہے۔ اور فلاں عمل فلاں وقت میں موزون ہے تاکہ انسان فاضل کو چھوڑ کر مفضول میں لگ کر شیطان کو خوش کرتا پھرے۔ یا فاضل میں اتنا منہمک ہو جائے۔ کہ مفضول کو بالکل ہی نظر انداز کر دے حالانکہ اس کے لئے وہی وقت موزون تر ہو اور وہ اسی وہم و گمان میں مفضول کو چھوڑ کر فاضل کے پیچھے پڑ جائے کہ اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے اور اس میں کم اور اس کا خیال تک ترک کر دے۔ بہر صورت یہ چیز مراتب اعمال کی معرفت، اور تفاوت اعمال و مقامات اعمال کی واقفیت، ہر عمل و فعل کو اپنے مناسب موقعہ و محل میں بجا لانے کی دانش و فقاہت، یا اہم و اولیٰ اور افضل چیز کی تفویت کی واقفیت از حد محتاج ہے۔ تاکہ انسان فوت شدہ کی تلافی کر سکے اور دوبارہ نقصان نہ کر بیٹھے۔ کیونکہ اگر مفضول کو چھوڑ دے گا تو اس کا تدارک نہیں ہو سکے گا۔ لہذا مفضول کو بجا لانا بھی از حد ضروری ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انسان قرآن

کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور کوئی شخص آ کر سلام کہے یا چھینک مارے تو قراءت کو ترک کر کے سلام اور چھینک کا جواب دے لے اگرچہ یہ مفضول ہے اور قراءت قرآن فاضل کیونکہ اس میں اسے کوئی دقت نہیں کہ مفضول کو بھی ادا کرلے اور دوبارہ فاضل کو بھی پہلے کی طرح لگاتار کرتا چلا جائے بخلاف اسکے وہ قراءت کرتا رہے اور سلام و چھینک کا جواب دینے کی فضیلت فوت کر بیٹھے اسی طرح باقی اعمال کا حال ہے واللہ تعالے الموفق

نوٹ :- اس سے آگے الوابل الصیب کا وہ حصہ شروع ہوتا تھا جس میں الحزب المقبول، الحزب الاعظم و حصن حصین کی طرح صرف دعائیں ہی دعائیں تھیں ان کی کوئی ضرورت نہ تھی چونکہ یہ کام مذکورہ بالا تینوں کتابوں سے حاصل ہو سکتا تھا اور وہ ہر شہر میں متعارف و مترجم ہزارہا موجود ہیں۔ اس لئے یہاں سے آخر کتاب تک وہ حصہ ترک کیا جاتا ہے اگر اس حصہ کا ترجمہ بیان الحال کیا جاتا تو خواہ مخواہ حجم بہت بڑھ جاتا (مترجم عفی عنہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ و ابن قیم کی دیگر تصانیف کے اردو تراجم

اسوۂ حسنہ امام ابن قیمؒ کی مشہور و معروف کتاب زاد المعاد کے عربی خلاصہ کا اردو ترجمہ از مولنا عبد الرزاق ملیح آبادی سیرۃ نبوی کے ہر پہلو پر محققانہ سیر حاصل بحث۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، طفولیت، شباب، نبوت، غزوات، نزول وحی، معراج، معجزات، عبادات، تعلیمات، عادات، خلق، تبلیغ وغیرہ کا مکمل نمونہ اس کے سوا آپ کو کہیں نہیں ملیگا۔ علاوہ ازیں ضمناً جابجا مفید معلومات کے دریا بہا دئے ہیں۔ کاغذ کتابت، طباعت اعلیٰ ہے ۸ر

کتاب التقدیر از امام ابن قیمؒ مسئلہ تقدیر کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث معتزلہ و مجسمہ وغیرہ فرقہائے باطلہ کا بہترین رد بڑے سائز کی ضخیم کتاب ۸۰۰ صفحات کاغذ معمولی مجلد ۷ر

تفسیر المعوذتین از امام مذکور مضامین ذیل کی مخصوص پیرایہ میں تشریح استعاذہ کی حقیقت سحر النبی صلعم، تاثیر سحر، عالم احیاء و عالم ارواح، نظریہ اور تقدیر، سحر اور حسد عبادت لغیر اللہ، متکلمین مادہ پرست کاہن وغیرہ، رب، مالک، الہ، وسواس، خناس وغیرہ کی تشریح کتابت طباعت عمدہ ۱۲ر

اسلامی تصوف از امام مذکور جس میں اصلی و نقلی تصوف کا فرق اور تصوف اسلامی کا صحیح تصور پیش کیا گیا ہے قیمت ۱۲ر

خیر الکلام از امام مذکور درود شریف کے متعلق جامع و کامل بحث آپکو اسکے سوا کہیں نہ ملیگی اسمیں درود شریف، اسکی اقسام، درود پڑھنے کے چالیس مقام، اہم فائدے درود مسنونہ وغیرہ ۱۲ر

دین محمدی امام ابن قیمؒ کی مشہور بلند پایہ ضخیم کتاب اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ جسمیں تقلید و اتباع کا فرق، حیل باطلہ کا رد، آیات قرآن و سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل فتاوی نبویہ وغیرہ ہے یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے صفحات تقریباً دو ہزار قیمت ۱۵ر

کتاب الروح روح کے متعلق مفصل معلومات ۸ر

وسیلۃ النجات کتاب الصلوٰۃ اردو ترجمہ ۱۲ر

ذکر الٰہی

الوابل الصیب من الکلم الطیب

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو، ناندلیانوالہ ضلع لائلپور